57۔دوسرا شعلا

ابن صفی

تاریک راستے

وہ کچھ دیر تک خاموشی سے چلتے رہے۔پھر دفعتاً فریدی ایک جگہ ٹھٹک کر رہ گیا۔

" کیا بات ہے"؟۔حمید نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم نرغے میں لیے جا رہے ہیں"۔

" کیوں؟ کیسے معلوم ہوا آپ کو"؟۔

" چھٹی حس۔ٹھہرو۔یہاں اس جگہ ہم اپنا بچاو کر سکیں گے "۔فریدی چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔"

ہوسکتا ہے آگے ہم کسی کھلی جگہ پر پہنچ جائیں۔۔۔۔وہ دیکھو۔۔۔۔"

فریدی نے بائیں جانب والی چٹانوں کے سلسلے کی طرف اشارہ کیا۔

" کیا۔۔۔۔میں نہیں سمجھا"؟۔

"وہ دیکھو"۔

"اوہ۔۔۔وہ دھواں"۔

"ہاں۔ایسا ہی دھواں جیسے کوئی سیگرٹ پی رہا ہو"۔

"پھر کیا کیا جائے"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

" کچھ نہیں۔ادھر نشیب میں اتر چلو۔یہاں ہم اپنا بچاو کر سکیں گے۔اب ہمارے پاس دو رائفلیں بھی ہیں"۔

پھر وہ ڈھلوان میں اترتے چلے گئے۔اس طرح ان کا ایک پہلو محفوظ ہو گیا۔اب صرف اسی طرف کی چٹانوں سے انہیں خطرہ ہو سکتا تھا۔جدھر انہوں نے سیگرٹ کا دھواں دیکھا تھا۔حمید اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکا۔وہ کافی دیر تک ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں چھپے رہے لیکن دھوئیں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ان کے سروں پر ایک پہاڑی عقاب چکر لگاتا ہوا تیز آوازیں نکال رہا تھا۔ہو سکتا ہے کہ یہیں کہیں قریب ہی اس کا گھونسلہ رہا ہو۔

حمید نے دھوئیں کی طرف دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔ "اس کی سیگرٹ ختم ہی ہونے کو نہیں آتی"۔

"یہ سیگرٹ کا دھواں نہیں ہو سکتا"۔فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"پھر۔۔۔ابھی تو آپ ہی نے کہا تھا"؟۔

" کہا تھا۔جب تک غور نہ کیا جائے یہی کہا جا سکتا ہے۔مگر میں اسے دیر سے دیکھ رہا ہوں۔دھواں اوپر اٹھنے کے وقفے نپے تلے معلوم ہوتے ہیں۔کسی آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہر تیس سیکنڈ کے بعد سیگرٹ کے کش لے گا۔حمید صاحب،اکتیسواں سیکنڈ بھی نہیں ہونے پاتا۔میں کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں"۔

"پھر یہ دھواں کیسا ہے"؟۔

"مشینی۔۔۔۔۔سو فیصدی مشینی"۔

" مگر اس کا حجم تو زیادہ نہیں تھا"۔

"حجم کی کمی یا زیادتی سے کیا سروکار ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بہت ہی چھوٹے سوراخ سے نکل رہا ہو"۔

"تو پھر ہمیں اپنی راہ کھوٹی نہ کرنی چاہئے"۔حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "ہم خواہ مخواہ یہاں بیٹھے مکھیاں مار رہے ہیں"۔

"حمید صاحب،اگر ہم اس ڈھلان کی بجائے دوسری طرف کے ڈھلان میں اترے ہوتے تو مکھیاں ہمیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مار لیتیں"۔

" کیوں؟۔میں نہیں سمجھا"؟۔

"یہ دھواں دھوکے کے ٹٹی ہے اسے دیکھ لینے کے بعد ہم پر قدرتی ردعمل یہ ہونا چاہئے تھا کہ ہم دوسری جانب ڈھلان میں اتر جاتے لیکن ہم اسی طرف چلے آئے۔میرا دعوی ہے کہ دوسری جانب والی ڈھلان میں کئی آدمی ہماری تاک میں ہوں گے"۔

"میں اس دعوی کا ثبوت نہیں مانگوں گا"۔حمید نے جلدی سے کہا۔ "بس اب چپ چاپ نکل ہی چلئے۔ اسی میں عافیت ہے"۔

"الو"۔فریدی برا سا منہ بنا کر بولا۔ "ایسے دلچسپ مواقع اتفاق ہی سے ہاتھ آتے ہیں"۔

"ارے تو کفن بھی روز روز نہیں نصیب ہوتا"۔حمید جھلا گیا۔

"ڈرو نہیں اگر تم مر بھی گئے تو میں تمہاری قبر پر ایک بڑی شاندار عمارت بنواونگا"۔

"اور اس پر لکھوا دیجئے گا سرکاری بوچڑ خانہ۔۔۔۔اب چلئے بھی یہاں سے"۔

"چلو"۔فریدی پتھر کی اوٹ سے نکل کر ایک طرف چلنے لگا لیکن وہ اب بھی ڈھلان ہی میں چل رہے تھے۔کافی دور نکل آنے کے بعد بھی حمید مڑ مڑ کر اس دھوئیں کو دیکھتا رہا۔جواب بھی پہلے ہی کی طرح فضا میں ابھرتا اور منتشر ہو جاتا۔

حمید سوچ رہا تھا کیا ان لوگوں کو علم ہے کہ ہم دونوں ادھر ہی سے گزریں گے۔کیا یہ ممکن ہے؟ اگر نہیں تو پھر اسی جگہ یہ دھواں کیوں دکھائی دیا۔تھوڑی ہی دیر میں حمید اسے فریدی کا وہم سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔اگر انہیں معلوم تھا کہ ہم ادھر ہی سے گزر رہے ہیں تو اس شعبدے بازی سے کیا فائدہ گھیر کر مار کیوں نہیں لیتے۔

اچانک فریدی پھر چلتے چلتے رک گیا۔

"آج آپ کوئی زبردست غلطی کریں گے"۔حمید بولا۔

"اگر وہ غلطی ہی ہوئی تو افسوس کرنے کا موقع نصیب نہ ہوگا۔وہ دیکھو ادھر۔۔۔۔تین جگہوں پر ویسا ہی دھواں۔۔۔۔اف فوہ۔۔۔اب ہم پوری طرح گھر گئے۔مگر ٹھہرو"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ خاموش ہوکر اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے بچاو کے راستے تلاش کر رہا ہو۔ مگر پھر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دے کر بولا۔ "اچھی طرح گھر گئے۔ ذرا ہوش وحواس درست رکھنا"۔

وہ پھر پیچھے مڑے لیکن اس بار حمید کو یقین ہو گیا کہ یہ آخری سفر ہے کیونکہ چاروں طرف چٹانیں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازوں سے گونجنے لگی تھیں۔ دفعتاً فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور پتلی سی دراڑ میں اترتا چلا گیا یہ سوچے بغیر کہ اس اقدام کا انجام کیا ہوگا۔ دراڑ اتنی پتلی تھی کہ حمید کے شانے دونوں طرف سے رگڑ کھا رہے تھے۔ اور دم تو اسی وقت گھٹنے لگا تھا جب اس نے اس میں قدم رکھا تھا۔ سامنے گہرا اندھیرا تھا اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان کا اگلا قدم انہیں تحت الثری میں لے جائیگا یا وہ اسی طرح آسانی سے چلتے رہیں گے۔

"ڈرو نہیں چلے آو"۔ فریدی نے آہستہ سے کہا اور حمید نے اس کے ہاتھ میں ننھی سی ٹارچ دیکھ لی جو ہمیشہ اس کی جیب میں پڑی رہا کرتی تھی۔ یہ وہی ٹارچ تھی۔ جو فریدی خانہ تلاشوں میں استعمال کیا کرتا تھا۔

اب حمید کی جان میں جان آئی لیکن پشت کی طرف سے بدستور خطرہ باقی تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس دراڑ پر ان کی نظر بھی پڑ سکتی ہے مگر پھر خیال آیا کہ اتنی تنگ دراڑ میں گھسنے کا خطرہ شاید ہی کوئی مول لے سکے۔

وہ چلتے رہے ان کے پیروں کے نیچے ناہموار زمین ضرور تھی لیکن ایسی بھی نہیں کہ انہیں چلنے میں دشواری ہوتی۔ ایک جگہ فریدی رک گیا۔ یہاں اتنی کشادگی تھی کہ وہ دونوں برابر سے بہ آسانی کھڑے ہو سکتے تھے۔

یہاں پہنچ کر حمید نے اپنے چہرے پر سرد ہوا کے جھونکے محسوس کئے لیکن فریدی کی ٹارچ ایک گہرے غار کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ آگے راستہ نہیں تھا۔ نیچے تاریکی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اور ان کے سامنے کی خلا بھی شاید کافی وسیع تھی کیونکہ ٹارچ کی روشنی کی رسائی سامنے کی چٹانوں تک نہیں ہو سکی تھی۔ اب فریدی نے داہنے بائیں بھی روشنی کی۔ بائیں طرف پاوں رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی لیکن دائیں جانب انہیں ایک کشادہ چٹان مل گئی۔

"ادھر"۔ فریدی آہستہ سے بولا اور ٹارچ کی روشنی اس چٹان پر پڑی وہ دونوں تنگ دراڑ سے اس چٹان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر رینگ گئے۔

"میں تو بیٹھتا ہوں اب"۔حمید بڑبڑایا۔

"تم لیٹ بھی تم سکتے ہو"۔فریدی نے جواب دیا۔اس کی آواز میں اب بھی پہلے ہی کی سی شگفتگی تھی۔

حمید سچ مچ اس چٹان پر لیٹ گیا۔اس کی سانسیں چڑھی ہوئی تھیں۔بہر حال اب گھٹن کا احساس باقی نہیں رہا تھا کیونکہ دائیں جانب سے سرد ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے برابر آ رہے تھے۔

حمید نے ہاتھ پھیلا کر ایک طویل انگڑائی لی اور دردناک آواز میں کراہا۔ "یہ مصیبت خود میں نے ہی گلے لگائی ہے"۔

" کچھ دیر خاموش پڑے رہو"۔فریدی بولا۔ "تمہاری دردبھری داستان پھر کبھی سن لوں گا"۔

" مگر یہ تو بتا ہی دیجئے کہ میں زندہ ہوں یا۔۔۔۔"

"تم پیدا ہوتے ہی مر گئے تھے پرواہ نہ کرو۔بس یہیں چپ چاپ پڑے رہنا میں آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں"۔

فریدی اسی کشادہ چٹان پر چلنے لگا۔پھر رک کر بولا۔ "دراڑ کے دہانے پر خیال رکھنا۔بیک وقت دو آدمیوں سے زیادہ تمہارے سامنے نہ آسکیں گے اور دو آدمیوں کو روکنے کی ہمت تم میں ضرور ہوگی"۔

"میں اس وقت پونے دو آدمیوں سے بھی نپٹنے کی سکت نہیں رکھتا۔پہاڑی آب وہوا کا جانور نہیں ہوں۔میری پرورش کولتار کی شفاف اور سپاٹ سڑکوں پر ہوئی ہے"۔

فریدی جواب دینے کی زحمت گوارا کئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

حمید چند لمحے تو یونہی بےحس وحرکت پڑا رہا۔پھر جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ دراڑ کے دہانے کی طرف کر دیا۔ویسے یہ حقیقت تھی کہ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔اس نے اپنی ذہنی اور جسمانی کیفیت کے متعلق فریدی سے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں تھا۔اور اب یہاں ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے نہ جانے کیوں اسے اسی طرح تھپکنا شروع کر دیا تھا جیسے وہ شراب پئے رہا ہو۔کچھ عجیب سی نیم غنودہ قسم کی کیفیت اس کے ذہن پر طاری تھی ورنہ کم از کم اس ہلکی سی آواز کا احساس تو ہو ہی جاتا جو دراڑ کے دہانے کی طرف سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آئی تھی۔ ویسے وہ اس وقت چونکا جب کسی بہت ہی طاقت ور ٹارچ کی روشنی اس پر پڑی۔ پھر اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور نہ یہی اس کی سمجھ میں آ سکا کہ حملہ آور تعداد میں کتنے ہیں۔ اس کے ذہن کی نیم غنودہ سی کیفیت گہری نیند میں تبدیل ہوگئی البتہ اس نے کسی کو یہ کہتے ضرور سنا تھا۔

"آہا۔ یہ تو وہی ہے"۔

اس نے کچھ اور بھی کہا تھا لیکن اس کے الفاظ سوتے ہوئے ذہن کے دھندلکوں میں مدغم ہو گئے تھے۔

2

فریدی چلتا رہا۔ اسے ایک جگہ بھی رکنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی کیونکہ زمین کی سطح ہموار تھی جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ہوا کے جھونکوں میں شدت محسوس ہو رہی تھی البتہ تاریکی کا وہی عالم تھا۔ ٹارچ چھوٹی تھی اس لیے اس کی روشنی دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔

فریدی کی رفتار تیز تھی لیکن پیروں میں کریپ سول جوتے ہونے کی وجہ سے قدموں کی آواز تقریباً معدوم ہی سی ہو کر رہ گئی تھی۔

آج کے واقعات اسے خواب کی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ اس پر اتنا منظّم حملہ آج تک نہیں ہوا تھا۔ وہ مجرموں کے متعلق سوچنے لگا اگر یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے قاسم کو اغوا کیا ہے تو یہ معمولی قسم کے بدمعاش نہیں ہو سکتے۔ پھر کیا قاسم کا اغوا خاص مقصد کے تحت عمل میں آیا تھا۔

اچانک وہ رک گیا اس وقت بھی وہ کوئی غیبی ہی طاقت تھی جس نے اس کے قدم روک لیے تھے ورنہ وہ دوسرے ہی لمحے میں تحت الثری کی سیر کر رہا ہوتا۔ وہ اس خیال سے ٹارچ کو کم استعمال کر رہا تھا کہ کہیں وہ کسی انتہائی اہم موقع پر دھوکا ہی نہ دے جائے۔ اس نے ٹارچ روشن کی اور جلدی سے پیچھے ہٹ گیا ۔۔۔۔۔ نادانستگی میں اس کا دوسرا قدم اسے موت ہی کی طرف لے جاتا۔

آگے پھر راستہ مفقود تھا لیکن فریدی نے مایوس ہونا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے چٹان کے کنارے پر بیٹھ کر نیچے روشنی ڈالی۔ تقریباً ایک گز نیچے ایسی جگہ نظر آئی جہاں وہ قدم رکھ سکتا تھا۔ روشنی کا دائرہ چاروں طرف تیزی سے گھوما اور فریدی نے اندازہ کر لیا کہ وہ نیچے اتر سکتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھر وہ کچھ دور تک اترا بھی۔۔۔۔مگر۔۔۔۔اس کا اندازہ کرنا دشوار ہو گیا کہ وہ گہرائی کہاں پر ختم ہو گی اور وہ راہ فرار ثابت بھی ہو سکے گی یا نہیں ویسے یہ جگہ چھپنے کے لیے بہترین تھی۔ یہاں کسی ایک آدمی کو تلاش کرنے کے لیے پوری بٹالین بھی ناکافی ہوتی کیونکہ یہاں صدہا چھوٹے چھوٹے غار موجود تھیاور گھٹن کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ یہاں بھی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔فریدی نے ان کی سمت کا تعین تو کر لیا تھا لیکن گہری تاریکی کی وجہ سے نگاہ کام نہیں کرتی تھی۔ وہ یہ سوچ کر پلٹ پڑا کہ حمید کو بھی ساتھ لے کر واپس آئے گا۔

مسطح چٹان پر پہنچ کر وہ ایک لخطے کے لیے رکا اور پھر اسی طرف چلنے لگا جہاں حمید کو چھوڑ آیا تھا۔

اچانک کسی چیز کی ٹھوکر کھا کر وہ گرتے گرتے بچا مگر بچا کہاں۔۔۔۔۔دو تین آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔ دو تین آدمی۔۔۔۔۔فریدی دو تین آدمیوں کے بس کا نہیں تھا۔ایک کی گردن اس کے بائیں بازو اور پسلی کے درمیان تھی اور دوسرا اس کے داہنے ہاتھ سے اپنا گلا چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتا تیسرے نے ٹارچ روشن کر لی اور ساتھ ہی گرج کر بولا۔ "خود کو چپ چاپ ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ انجام ۔۔۔۔"

"میں تھک گیا ہوں"۔فریدی نے مضمحل آواز میں کہا۔اس نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھ لیا تھا کہ دھمکی دینے والے کے ہاتھ میں ریوالور بھی موجود ہے۔ساتھ ہی بچاو کا راستہ بھی نظر آ گیا۔وہ مسطح چٹان کے سرے سے زیادہ دور نہیں تھا اس کی ذرا سی غفلت اسے ایک لامحدود گہرائی میں پہنچا سکتی تھی۔فریدی یہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر دو آدمی اس کی گرفت میں نہ ہوتے تو اب تک فائر کر دیا گیا ہوتا۔

اس نے ان دونوں پر اپنی گرفت اور سخت کر دی ان کی گردنیں اس کے دونوں بازووں میں تھیں اور وہ دونوں اسے گرا دینے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

"انہیں چھوڑ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو"۔ٹارچ والا غرایا۔

" مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم مجھے گولی نہ مارو گے"؟۔فریدی نے کہا۔

" نہیں ہم تمہیں معاف کر دیں گے"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"لو۔۔۔چھوڑتا ہوں"۔فریدی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اچھل کر اس کے پیٹ پر ایک لات رسید کر دی۔پھر اپنے دونوں شکاروں سمیت چٹان پر گرتے وقت اس نے ایک طویل اور بھیانک چیخ سنی جو بڑی تیزی سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ٹارچ والے کے پیر چٹان سے اکھڑ گئے تھے۔ظاہر ہے کہ اس کے بعد وہ سیدھا سینکڑوں فٹ گہری کھڈ میں جا پڑا ہوگا اب یہ دونوں بڑے وحشیانہ انداز میں فریدی کو نوچ رہے تھے۔

فریدی نے ایک ایک کر کے انہیں بھی ان کے ساتھی کے پاس پہنچا دیا پھر وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ اس کا ہاتھ کسی ٹھوس چیز سے ٹکرایا اور اس کا دل مسرت سے جھوم اٹھا۔یہ حملہ آوروں کی بڑی ٹارچ تھی جس کے متعلق فریدی نے پہلے ہی اندازہ کیا تھا کہ وہ بہت زیادہ طاقت کی ہے۔

اس نے ٹارچ اٹھالی اور پھر اسی طرف چلنے لگا جہاں حمید کو چھوڑا تھا مگر اس نے ٹارچ کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔وہ جانتا تھا کہ وہ خطرے سے باہر نہیں ہے۔لیکن حمید،ان لوگوں کی یہاں موجودگی کا مطلب تو یہی ہوسکتا تھا کہ یا تو حمید پکڑ لیا گیا ہوگا یا گولی ہی ماردی گئی ہوگی۔دوسرا خیال فریدی کے لیے بڑا اذیت ناک تھا۔

وہ تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔اچانک کچھ فاصلے سے آواز آئی۔ " کون ہے"۔

مگر یہ آواز حمید کی نہیں تھی۔دوبارہ پھر اسی آواز نے یہی سوال دہرایا اور اس بار فریدی نے آواز کی سمت فائر کر دیا۔

ایک چیخ گونجی اور پھر بیک وقت کئی فائر ہوئے۔فریدی اس سے پہلے ہی چٹان پر نہ صرف لیٹ گیا تھا بلکہ سینے کے بل کھسکتا ہوا بڑی تیزی سے دوسری طرف جا رہا تھا۔فائر برابر ہوتے رہے لیکن حملہ آوروں نے ٹارچ روشن کرنے کی ہمت نہیں کی۔ویسے فریدی کے بائیں ہاتھ میں اب بھی بڑی ٹارچ موجود تھی اور وہ بڑی تیزی سے اس کھڈ کی طرف کھسک رہا تھا جہاں کچھ دیر قبل اس نے صدہا چھوٹے چھوٹے غار دیکھے تھے۔

موت جھپٹتی ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1

آنکھ کھل جانے کے باوجود بڑی دیر تک حمید کو ایسا محسوس ہوتا رہا جیسے وہ گہرے دھوئیں میں گھر گیا ہو۔ اتنے گہرے دھوئیں میں کہ ایک فٹ کی چیز بھی بمشکل تمام دکھائی دے سکے۔

آہستہ آہستہ دھند چھٹتی گئی اور حمید کو گردوپیش کی چیزیں صاف نظر آنے لگیں۔ وہ کسی چھت کے نیچے تھا لیکن شاید اس کے نیچے کھردرا فرش ہی تھا اس نے کراہ کر کروٹ بدلی۔

اور پھر یک بیک اٹھ بیٹھا۔ اس کے چاروں طرف پتھر کی ننگی دیواریں تھیں۔ ایک طرف ایک دروازہ بھی نظر آیا مگر وہ بند تھا اوپر ایک روشندان تھا اور اس کی اونچائی فرش سے تیرہ فٹ ضرور رہی ہوگی۔ اس کمرے میں حمید کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ یہ بات اس کے اونگھتے ہوئے ذہن ہی نے سوچی تھی کہ کمرے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اگر فرنیچر ہوتا تو وہ اپنے ساتھ اسے بھی شامل کر لیتا کیونکہ وہ جس حالت میں تھا۔ وہ اسے جانداروں سے الگ کئے دے رہی تھی اور حمید سوچ رہا تھا کہ وہ اس وقت ایک ٹوٹی ہوئی کرسی سے بھی بدتر ہے۔

وہ تقریباً ایک گھنٹے تک فرش پر چت پڑا رہا۔ اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ پھر جب کسی نے دروازہ کھولا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ کہیں زبان نہ ہلانی پڑ جائے۔

اچانک اسے بہت زور سے چھینک آئی۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی ناک میں کوئی چیز گھس رہی تھی۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں اسے ہنسی آ گئی کیونکہ تھوڑے ہی فاصلے پر اسے ایک بندر نظر آیا جس کے ہاتھ میں کاغذ کی ایک لمبی سی بتی تھی۔ شاید اسی نے اس کی ناک میں بتی چلائی تھی۔

بندر کے پیروں میں گھونگرو پڑے ہوئے تھے۔ جیسے ہی حمید اٹھ کر بیٹھا بندر ناچنے لگا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسے چڑھا رہا ہو۔

حمید اٹھ کر اس کی طرف جھپٹا اور وہ چھلانگیں مارتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ حمید اس کے پیچھے دوڑتا ہی رہا۔ وہ کمرے سے نکل کر دوسرے میں پہنچا۔ یہاں بندر اچھل کر روشندان میں جا بیٹھا تھا۔ حمید کی طرف دیکھ کر اس نے اس طرح دانت نکال دیئے جیسے کہہ رہا ہو۔ "آؤ بیٹا اگر ہمت ہو تو اچھل کر آؤ یہاں"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھر وہ دوسری طرف اتر گیا۔اس کمرے کا دروازہ بند تھا البتہ اس کے اوپری حصے پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اس لیے دوسری طرف بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔

حمید نے دروازے کے قریب جا کر دوسری طرف جھانکا اور اس کی باچھیں کھل گئیں۔دوسرے کمرے کے فرش پر ایک آدمی چت پڑا سو رہا تھا اور یہ آدمی قاسم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے دیکھا کہ بندر اس پر جھکا ہوا اس کی ناک میں بتی کر رہا ہے۔اچانک قاسم کو اس زور سے چھینک آئی کہ پورا کمرہ جھنجھنا اٹھا۔ساتھ ہی وہ دہاڑ کر اٹھ بیٹھا بندر اچھل کر دوسرے روشندان پر جا چڑھا اب وہ وہاں کھڑا ناچ رہا تھا۔

"ابے حرام زادے"۔قاسم گھونسہ تان کر دوڑتا ہوا چنگھاڑا۔ "جان سے مار دوں گا"۔

بندر دانت نکال کر چچیایا اور پھر ناچنے لگا۔حمید کو بھی اس کے گھونگروؤں کی "چھنک چھنک "زہر لگ رہی تھی۔

قاسم نے غصے میں اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا اور پھر حمید کو بے تحاشا ہنسی آ گئی کیونکہ قاسم کی آواز میں روہانسا پن پیدا ہو گیا تھا اور وہ اس بندر کو کسی الم رسیدہ بیوہ کی طرح صلواتیں سنا رہا تھا۔شاید اس نے اسے تنگ کر ڈالا تھا۔

"قاسم"۔دفعتاً حمید نے آواز دی۔

"آ۔۔۔آئیں"۔قاسم چونک کر مڑا لیکن اسے صرف پیشانی اور آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں اور شاید اس کی آواز بھی نہیں پہچان سکا تھا۔

"قون ہے"؟۔اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔پھر دروازے کے قریب آ کر اس نے زور سے قہقہہ لگایا کہ دیواریں تک جھنجھنا اٹھیں۔

"ارے غمید بھاغی۔۔۔۔ہاہا۔۔۔۔ہاہا۔۔۔۔"

"دروازہ کھولو"۔حمید نے کہا۔

"دروازہ نہیں کھلتا"۔قاسم نے مایوسی سے کہا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"توڑ ڈالو"۔

"نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔سالا۔۔۔۔کئی بار کوشش کر چکا ہوں"۔

"تم یہاں کیوں لائیں گئے ہو"؟۔

"ارے۔۔۔۔کباڑا کر دیا سالوں نے۔۔۔۔اب تک مجھ سے ڈیڑھ لاکھ کے چیکوں پر دستخط لے چکے ہیں۔میری چیک بک ان کے پاس ہے"۔

"اوہ"۔حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میں دستخط نہیں کرتا تو کھانا نہیں ملتا۔ادھر یہ سالا بندر۔۔۔۔۔قاسم پھر گھونسہ تان کر مڑا۔بندر اب بھی روشندان میں بیٹھا انہیں منہ چڑھا رہا تھا۔

"او قاسم"۔حمید بڑبڑایا۔ "دماغ ٹھنڈا رکھو"۔

"ارے کیا،اب تو میں ان کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں"؟۔

"آہا۔تم شاید سمجھ رہے ہو کہ ہم نے چھاپہ مارا ہے"؟۔

"ہاں۔۔۔۔اور۔۔۔کیا"؟۔

"نہیں بیٹے۔میں بھی تمہاری ہی طرح پکڑ کر لایا گیا ہوں۔پتہ نہیں فریدی صاحب کا کیا حشر ہوا۔ہم دونوں ساتھ تھے"۔

"تب تو پھر بن گئی تمہاری بھی حجامت"۔قاسم نے قہقہہ لگایا۔ "چیک بک تمہارے پاس ہے"؟۔

"میں تمہاری طرح سرمایہ دار نہیں ہوں۔مجھے تو وہ اپنی حجامت بنوانے کے لیے یہاں لائے ہیں۔تم نے طلسم ہوشربا پڑھی ہے"؟۔

"نہیں تو"؟۔

"اس میں ایک کردار ہے عمرو عیار۔جہاں اس کے قدم جاتے تھے۔وہ سرزمین تباہ و برباد ہو جاتی تھی۔ اور میں اپنے بارے میں بھی ابھی تک یہی دیکھتا آیا ہوں۔جس نے مجھے پکڑا اس کا بیڑا غرق ہوا"۔

"یہاں تمہارا ہی بیڑا غرق ہو جائے گا۔ہائے ہائے"۔قاسم نے مسکرا کر ہونٹوں پر زبان پھیری۔یہی نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بلکہ مزے میں آ کر آنکھ مارنے کی بھی کوشش کی مگر ناکام رہا۔اسے آنکھ مارنے کا سلیقہ نہیں تھا۔

" کیوں، کیا بات ہے"؟۔حمید نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"یلا یلیاں۔۔۔فل فلوٹیاں۔۔۔ہی ہی ہی۔۔۔۔ "قاسم آنکھیں بند کر کے ہنسا۔

بندر جا چکا تھا اور اب اس کے گھونگھروؤں کی "چھنک چھنک "نہیں سنائی دے رہی تھی۔

" کہاں ہیں"؟۔

"یہیں ہیں۔حمید بھائی"۔قاسم اس طرح چہک کر بولا جیسے اسے ڈیڑھ لاکھ گنوا بیٹھنے کا ذرہ برابر بھی افسوس نہیں"۔

"تم نے دیکھا انہیں"؟۔

"ارے یہاں آتی ہیں میرے پاس۔مرغ مسلم کھلاتی ہیں۔بکرے کی ران"۔قاسم کسی درندے کی طرح منہ چلانے لگا پھر پیٹ پر ہاتھ پھیر کر بولا۔ " مگر یہ سالا بندر میری زندگی تلخ کئیہوئے ہیں۔ سامنے سے روٹیاں لے بھاگتا ہے۔سالن کی رقابیں الٹ دیتا ہیں"۔

"ہوں"۔حمید کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ " کیا انہوں نے ابھی تک تم سے صرف چیکوں پر دستخط لیے ہیں"؟۔

"ہاں۔۔۔اس سالے بندر کے علاوہ اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے"۔

" کوئی تکلیف نہیں ہے"۔حمید نے حیرت سے کہا۔ "ارے تم یہاں کھردرے فرش پر بستر کے بغیر سوتے رہتے ہو"؟۔

"اس سے کیا ہوتا ہے۔کھانے پینے کا آرام ہے۔وہ مجھ سے گھر کے لیے خطوط بھی لکھواتی ہیں"۔

" کیسے خطوط"؟۔

"یہی کہ میں رام گڑھ میں ہوں۔خیریت سے ہوں اور یہاں تقریباً دو ماہ قیام رہے گا"۔

"مرد نہیں آتے"؟۔

"آتے ہیں جب میں چیکوں پر دستخط کرنے سے انکار کر دیتا ہوں۔پھر بندر بھی آنے لگتا ہے اور میری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیندیں حرام ہو جاتی ہے جہاں سویا کم بخت نے آ کر ناک میں بتی کر دی۔اس کی ایسی کی تیسی۔جس دن بھی ہاتھ آ گیا گردن مروڑ دوں گا"۔

" کیا تم نے ابھی حال میں ہی کسی چیک پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے"؟۔

"ہاں یار کہاں تک کر دوں۔ڈیڑھ لاکھ تو گئے"۔

"تم گدھے ہو"۔حمید جھنجھلا گیا۔ "تم نے دستخط کئے ہی کیوں"؟۔

"مجھ سے بھوک نہیں برداشت ہوتی"۔

"چیک کس کے نام ہوتے ہیں"؟۔

"نام نہیں لکھا جاتا۔صرف رقم لکھ کر مجھ سے دستخط لیے جاتے ہیں"۔

" کس بینک کی چیک بک ہے"۔

"بینک آف کیناڈا کی"۔

"تو بیٹا۔یاد رکھو۔تمہارا سارا بیلنس صاف ہو جائے گا۔کیا صرف بینک آف کیناڈا کی ہی کی چیک بک ساتھ لائے تھے"؟۔

"ہاں اور وہ روحی کے یہاں تھی۔میرے سوٹ کیس میں"۔

" آہا۔تب تو وہ لوگ وہاں تمہاری چیک بک ہی تلاش کرتے رہے ہوں گے۔جس شام وہ تمہیں لے گئے تھے اسی رات کو نوشابہ نے وہاں کچھ آدمی دیکھے تھے"۔

"نوشابہ"۔قاسم نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ " کیا وہ مجھے یاد کرتی تھی"؟۔

"بیحد۔بے تحاشا آہیں بھرتی ہے۔اتنی کہ روحی کی کار کے دو پہیوں میں ہوا بھروانے کے لیے شہر نہیں جانا پڑا"۔

"نہیں"۔قاسم جھینپے ہوئے انداز میں مسکرایا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اگر قاسم نہ ملے تو میں خودکشی کر لوں گی"۔

"ارے نہیں۔ہی ہی ہی"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔۔گھنٹوں تمہارے سوٹ کیس سے لپٹ کر روتی رہی"۔

"اللہ قسم،اس کے بغیر میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا"۔

"پھر یہاں سے نکل چلنے کی کوشش کرو۔ورنہ کیا فائدہ وہ بیچاری مایوس ہو کر خودکشی کر لے"۔

"تم ہی بتاؤ کہ کیسے نکل چلوں۔مجھے تدبیر بتاؤ جو کچھ کہو گے وہی کروں گا۔مگر یہاں کی یلا یلیاں۔حمید بھائی کیا بتاؤں۔تم خود دیکھ لو گے"۔

" مگر وہ تمہیں بیوقوف بنا کر لمبی لمبی رقمیں اینٹھ رہی ہیں۔نوشابہ محبت کرتی ہے"۔

"ہائے۔وہ مجھ سے محبت کرتی ہے"۔قاسم رو دینے والی آواز میں بولا۔

"وہ لڑکیاں کس وقت آتی ہیں"؟۔

" کھانے کے وقت"۔

"دیکھوں مجھے بھی کھانا ملتا ہے یا نہیں"۔

"اگر تمہاری چیک بک بھی ان کے پاس ہوئی تو ضرور ملے گا"۔

اچانک حمید نے عجیب قسم کی گھڑ گھڑاہٹ سنی۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کمرے کے فرش کے نیچے سے کوئی چیز برآمد آ رہی ہو۔پھر یک بیک فرش اسی طرح ہلنے لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔

2

فریدی غار میں اتر گیا۔اب وہ اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا لیکن حملہ آوروں نے اب بھی ٹارچ روشن کرنے کی ہمت نہیں کی تھی۔فریدی چونکہ ایک بار راستہ دیکھ چکا تھا اس لیے اندھیرے ہی میں بہ آسانی نیچے اترتا چلا گیا لیکن چھپنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش ٹارچ روشن کئے بغیر ناممکن تھی۔بڑی ٹارچ اس نے جیب میں ڈال لی اور وقت ضرورت کے لیے چھوٹی ٹارچ ہاتھ ہی میں رکھی اسے اطمینان تھا کہ وہ غیر مسلح نہیں ہے۔رائفل اس کے شانے سے لٹک رہی تھی۔اور داہنے ہاتھ میں ریوالور دونوں ہی کے کافی راونڈ اس کے پاس موجود تھے وہ خاموشی سے نیچے اترتا رہا۔اوپر سے قدموں کی آوازیں آنی بند ہو گئی تھیں۔شاید وہ لوگ چٹان کے سرے پر رک کر حالات کا اندازہ کرنے کی کوشش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر رہے تھے۔

فریدی جلد از جلد ایک ایسی جگہ تلاش کر لینا چاہتا تھا جہاں وہ کچھ دیر کے لیے چھپ سکے لیکن۔۔۔اچانک اس پر ایک تیز قسم کی روشنی پڑی اگر وہ بندر کی سی پھرتی سے کود کر ایک طرف نہ ہو جاتا تو اس کے جسم میں بیک وقت ایک درجن گولیاں در آئی ہوتیں۔

وہ پھر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔دفعتاً اس کے ہاتھ ایک چھوٹے سے غار کے دہانے سے جا لگی۔ساتھ ہی سامنے سے پھر روشنی دکھائی دی۔لیکن اب وہ روشنی کی زد سے باہر تھا۔اس نے اپنی چھوٹی ٹارچ کی روشنی غار میں ڈالی لیکن وہ تجربہ مایوس کن اور ڈراونا ثابت ہوا۔غار میں ایک سیاہ سانپ کی مادہ انڈوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔وہ پھنکار کر پھپھکارتی ہوئی ٹارچ کی روشنی کی طرف جھپٹی۔

انڈوں پر بیٹھی ہوئی مادہ اگر چھیڑ دی جائے تو انتہائی خطرناک ہو جاتی ہے۔اور اس وقت تک چھیڑنے والے کا پیچھا نہیں چھوڑتی جب تک کہ ڈس نہ لے۔اوپر سے شاید رائفلوں کی باڑھ ماری گئی۔فریدی کے تیزی سے سوچتے ہوئے ذہن نے ایک فوری فیصلہ کیا وہ یہ کہ اس بگڑی ہوئی مادہ کو ٹھکانے لگا دیا جائے ورنہ اندھیرے میں اس سے بچنا ناممکن ہوگا۔گولیوں کی باڑھ سے بچنا اتنا مشکل نہیں ہو سکتا تھا۔جتنا کہ اس سانپ سے خود کو بچانا۔فریدی نے اپنی ٹارچ روشن رکھی اور پھر جیسے ہی سانپ کا پھن دوسری بار دکھائی دیا اس نے فائر کر دیا۔اس فائر کے جواب میں اوپر سے باڑھ ماری گئی اور کئی ٹارچوں کی روشنیاں غار میں چکرانے لگیں۔

سانپ اندر پتھروں پر سر پٹخ رہی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹھنڈی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی فریدی نے اس غار میں اترنے کا ارادہ بھی ترک کر دیا۔ہو سکتا تھا اس میں اور بھی سانپ رہے ہوں۔آدمیوں سے بچنے کے لیے سانپوں کا شکار ہو جانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ پتھروں سے لگتا ہوا مخالف سمت میں چلنے لگا اب اسے اطمینان تھا کہ وہ لوگ نیچے اترے بغیر اسے نہ پا سکیں گے لہذا انہیں اوپر ہی روکے رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ وقتاً فوقتاً ہوائی فائر کرتا رہے۔

فائروں کے جواب میں فائر ہوتے رہے لیکن اب اندھیرے میں چلتے رہنا قریب قریب ناممکن ہو چکا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھا۔فریدی نے سوچا ممکن ہے کہ وہ کسی غار میں جا گرے۔اس نے چھوٹی ٹارچ روشن کر لی جس کی روشنی ایک محدود دائرے میں پھیلتی تھی۔

یہاں پر اترائی شروع ہوگئی تھی اس لیے ضروری تھا کہ ٹارچ برابر روشن رہے۔دوسری طرف یہ خیال بھی تھا کہ اگر ان لوگوں نے آ لیا تو یہاں بچاو بھی نہیں ہو سکے گا کیونکہ اترائی ناہموار تھی۔

یہاں گھٹن کا احساس بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ہوا کے جھونکے مفقود ہو چکے تھے۔جنہوں نے اسے ابھی تک سنبھالے رکھا تھا۔

اب وہ فائر نہیں کر رہا تھا۔حملہ آور بھی خاموش تھے۔مصلحت اسی میں تھی کہ اب وہ فائر نہ کرے۔ورنہ حملہ آور فرار کی سمت معلوم کر لیتے اور یہ ایک ایسا واقعہ ہوتا جس پر فریدی کو مرنے کے بعد بھی افسوس کرنا پڑتا۔

وہ چھوٹی ٹارچ کی مدہم روشنی میں آگے بڑھتا رہا۔

وہ بڑی دیر سے ایک عجیب قسم کا شور سن رہا تھا جواب آہستہ آہستہ تیز ہوتا جا رہا تھا اور پھر اس کی حقیقت اس پر واضح ہوگئی۔وہ پانی بہنے کا شور تھا۔یہاں کوئی تیز رو نالا تھا۔پھر وہ اس شور سے قریب ہوتا گیا حتی کہ اسے اپنے چہرے پر پانی کی ہلکی سی پھوار محسوس ہونے لگیں۔

اس نے بڑی ٹارچ روشن کی اور ایسا معلوم ہوا جیسے اس لامتناہی اندھیرے میں روشنی کا طوفان آ گیا ہو۔

اس نے فوراً ہی ٹارچ بجھا دی نالا اس سے تقریباً پانچ یا چھ فٹ کے فاصلے پر رہا ہوگا جس کے درمیان ایک بڑی سی ابھری ہوئی چٹان تھی اور تیز رفتار پانی اسی سے ٹکرا کر پھواروں کی شکل میں ادھر ادھر منتشر ہو رہا تھا۔

اچانک پھر فائر ہوئے۔فریدی بڑی پھرتی سے نیچے گر گیا۔کیونکہ فائروں کا رخ اسی طرف تھا مگر وہ غلط جگہ گرا تھا۔جس چٹان پر اس نے چھلانگ لگائی تھی وہ شاید اپنی جگہ چھوڑ چکی تھی اس کا بوجھ نہ سنبھال سکی اور فریدی چٹان سمیت نالے میں جا پڑا۔

نالا انتہائی تیز رفتار تھا۔فریدی کو پیر جمانے کی بھی مہلت نہ ملی۔ویسے وہ زیادہ گہرا نہیں تھا مگر بہاو خدا کی پناہ۔وہ ایک حقیر سے تنکے کی طرح بہتا چلا جا رہا تھا لیکن ابھی اسکے اوسان خطا نہیں ہوئے تھے۔دفعتاً اس پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ٹارچوں کی روشنیاں پڑیں اور پھر باڑھ ماری گئی۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے بائیں بازو میں کوئی دہکتا ہوا انگارہ گھس گیا ہو۔۔۔اور پھر یک بیک۔۔۔اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا۔

ہزاروں سال پہلے

1

کمرے کا فرش پہلے تو ہلتا رہا۔پھر حمید نے محسوس کیا جیسے وہ نیچے دھنس رہا ہو۔اس نے بھاگ کر اس کمرے میں جانا چاہا جس کے دروازے سے نکل کر یہاں آیا تھا۔لیکن جب تک وہ دروازے تک پہنچتا دروازہ اس سے گزوں اونچا ہو گیا۔فرش بڑی تیزی نیچے جا رہا تھا۔حمید بے بس ہو کر بیٹھ گیا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی روح کھوپڑی توڑ کر کسی انجن کے دھوئیں کی طرح جسم سے آہستہ آہستہ خارج ہوتی جا رہی ہو اور پھر جب وہ فرش پر رکا تو اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے روح کے ساتھ ہی ساتھ جسم ہزاروں فٹ اونچا اچھل گیا ہو۔

کئی منٹ تک تو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا رہا۔یہ سفر ہی ایسا تھا۔عام طور پر "لمبے یا مختصر "سفر ہوا کرتے ہیں۔مگر حمید نے سینکڑوں فٹ گہرا سفر کیا تھا۔اس لیے اب وہ سوچ رہا تھا کہ آئین اسٹائن کا نظریہ اضافیت بنڈل ہے کیونکہ اس نے پانچویں بعد کا پتہ لگا لیا تھا۔۔۔اور یہ بعد تھا دراصل معدے اور کھوپڑی کا درمیانی فاصلہ۔۔۔۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اس نے سر اٹھایا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔سامنے قدیم مصری طرز تعمیر کی ایک بلند و بالا محراب تھی۔اور اس کے آگے ایک طویل و عریض ہال تھا۔بالکل ویسا ہی جیسے وہ ہالی وڈ کی ان فلموں میں بار بار دیکھ چکا تھا۔جو قدیم مصر کی کہانیاں پیش کرتی تھیں۔فراعنہ مصر کا شاہی دربار۔سامنے ڈیڑھ درجن سیڑھیوں کے اور تخت شاہی تھا اور نچلی سیڑھی اپنے پھیلاؤ کی بنا پر ایک طویل و عریض پلیٹ فارم معلوم ہوتی تھی۔تخت شاہی خالی تھا لیکن دربار آدمیوں سے بھرا تھا۔یہ سب قدیم مصریوں کے سے لباس میں تھے ٹخنوں تک پہنچنے والی رنگین قبائیں جن پر دیوتاؤں کی تصویریں نظر آ رہی تھیں۔تین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرف فوجیوں کی قطاریں دیواروں سے لگی کھڑی تھیں۔ان کے لباس بھی قدیم مصری فوجیوں کے سے تھے حتی کہ اسلحے بھی اسی دور کی یاد دلاتے تھے۔چوڑے اور چھوٹے تیغے ترکش اور کمانیں۔سروں سے اونچے نیزے اور زمین سے کمر کے اوپر تک پہنچنے والی مستطیل ڈھالیں بڑے بڑے بخور دانوں میں خوشبوئیں سلگ رہی تھیں۔دفعتا ایک عجیب قسم کے شور سے سارا ہال گونجنے لگا۔اور حاضرین بالکل رکوع کے سے انداز میں جھک گئے ان کے سر تخت شاہی کی طرف تھے۔لیکن حمید کو اس تخت پر کوئی بھی نظر نہیں آیا۔شور کی آواز ختم ہوئی اور پھر نوبت اور نقاروں کی آوازیں آنے لگیں جن میں صدہا بوق وقرنا کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا جلوس گزر رہا ہو لیکن جلوس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔۔اور حاضرین ۔۔۔۔وہ تو اب بھی پہلے ہی کی طرح جھکے کھڑے تھے۔

حمید نے جھرجھری سی لی وہ بہت شدت سے مرعوب ہو گیا تھا اور یہ شور۔۔۔۔یہ تو اسے اپنے ہر بن مو سے نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔پھر اچانک موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔اور حاضرین سیدھے کھڑے ہو گئے۔پھر ایک ہونق سا آدمی اسٹیج نما سیڑھی پر نمودار ہوا اس کے جسم پر سرخ رنگ کا لبادہ تھا۔گلے میں بیشمار ہار پڑے ہوئے تھے۔پھولوں کے نہیں رنگ رنگ جواہرات کے جن سے کرنیں سی پھوٹتی معلوم ہو رہی تھیں۔

تخت شاہی اب بھی خالی پڑا ہوا تھا لیکن وہ آدمی تخت شاہی کی طرف رخ کر کے خفیف سا جھکا اور پھر حاضرین کی طرف سر گھماتا ہوا گرجدار آواز میں بولا۔

"میں اپنے اور تمام درباریوں کی جانب سے اپنی حکمران کی ہزارویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ پھر تخت شاہی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ملکہ علیا ہماری حقیر نذریں قبول فرمائیں"۔

"ہماری طرف سے اجازت ہے"۔خالی تخت سے ایک انتہائی سریلی اور نسوانی قسم کی آواز آئی اور حمید کی عقل کھوپڑی سے نکل کر ہوا میں ناچنے لگی۔نذریں گزرنے لگیں اور وہ ہونق سا آدمی جو شاید وزیر اعظم کا رول ادا کر رہا تھا ہر پیش کئے جانے والے خوان پر ہاتھ رکھ کر کہتا۔ "ملکہ کائنات کی خدمت میں"۔ تقریبا بیس منٹ تک نذریں گزرتی رہیں۔پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور تخت شاہی سے آواز آئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"ارے میرے پرستارو۔ میں تمہیں ارتقا کی اس کڑی پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ تم اس لیے قابل مبارک ہو کہ ارتقا کا صحیح مفہوم سمجھتے ہو۔ تمہارے جسموں پر ہزاروں سال پرانا لباس ہے لیکن زندگی کو آگے بڑھانے کے لیے تمہارے پاس جدید ترین وسائل ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ زندگی کو آگے بڑھانے کے لیے تخریب کاری ضروری ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ آج کا آدمی ہزاروں سال پرانے آدمی سے ذرہ برابر بھی مختلف نہیں ہے وہ جو آج بھی اتنا ہی خونخوار ہے جتنا ہزاروں سال پہلے تھا۔ البتہ آگے بڑھنے کے لیے اس کا طریق کار بدل گیا ہے۔ میں تمہیں اس لیے مبارک باد دیتی ہوں کہ تم سچے ہو۔ انسانیت کا ڈھول نہیں پیٹتے۔ عظیم الشان دفتروں میں بیٹھ کر قلم سے لوگوں کی گردنیں نہیں کاٹتے بلکہ خس وخاشاک کو فنا کر کے صرف ان درختوں کو پنپنے کا موقع دیتے ہو جن میں تناور بننے کی صلاحیت ہو۔ تم اپنے سیاسی جوڑ توڑ سے قوموں کا بیڑہ غرق کر کے انسانیت کے اقدار پر تقریریں نہیں کرتے۔ تم جسے فنا کرنا چاہتے ہو علانیہ فنا کر دیتے ہو اور اسے درست سمجھتے ہو۔ میں تمہیں اس لیے مبارک باد دیتی ہوں کہ تم طاقت کے پرستار ہو۔ اب لاؤ نئے سال کی تحقیقی نذر۔۔۔ میں بذات خود اسے قبول کروں"۔

وزیر اعظم تخت کے سامنے جھک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "ملکہ کائنات ہمارا نیا حربہ زیرو تھری"۔

"یعنی تین صفر"۔ تخت شاہی سے آواز آئی۔

"ملکہ کائنات"۔ وزیر اعظم جھک کر بولا۔

"اچھا مظاہرہ کیا جائے"۔

وزیر اعظم نے تالی بجائی ایک طرف کا رنگین پردہ سرکا اور تین آدمی ایک ٹرالی دھکیلتے ہوئے دربار میں لائے۔ ٹرالی پر ایک عجیب وضع کی مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس میں تاروں کے تانے بانے سے تھے۔ ٹرالی دربار کے وسط میں رک گئی۔ اس کے ساتھ ایک معمر آدمی بھی تھا لیکن اس کا لباس درباریوں کا سا نہیں تھا۔ یہ ایک میلی سی پتلون اور خاکی قمیض میں ملبوس تھا۔ سر اور داڑھی کے بال بے ترتیب اور الجھے ہوئے تھے۔

"ملکہ کائنات کی اجازت سے"۔ وزیر اعظم نے ہاتھ اٹھا کر گونجیلی آواز میں کہا۔ ساتھ ہی وہ بوڑھا اس مشین پر جھک پڑا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ادھر حمید اس ماحول میں کچھ اس طرح کھو گیا تھا جیسے کوئی بہت ہی دلچسپ فلم دیکھ رہا ہو۔ فلم سے زیادہ سب کچھ اسے خواب معلوم ہو رہا تھا۔ اچانک اس نے محسوس کیا جیسے کوئی غیر مری قوت اسے اس کی جگہ سے اٹھانے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر دفعتاً وہ فرش سے تقریباً پانچ فٹ بلند ہو گیا اور اسی حالت میں جیسے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ اب اس نے لاکھ کوشش کی کہ وہ اپنے پیر پھیلا کر فرش پر جما دے مگر ممکن نہ ہا۔ اس کے پیر پھیل ہی نہ سکے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہ گئی ہو اس کے کانوں میں سیٹیاں سی گونج رہی تھیں اور وہ فضا میں معلق تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ خلا میں تیرتا ہوا تخت شاہی کی جانب چلا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک حقیر تنکا ہوا کے تیز و تند بہاو سے چکراتا پھر رہا ہو۔

پھر اچانک وہ وزیر کے پیروں کے پاس دھم سے جا گرا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے پیٹھ کی ہڈیاں چور ہو گئی ہوں۔

"بہت خوب ہے"۔ تخت شاہی سے آواز آئی۔ "میرا خیال ہے کہ یہ تجربہ ابھی اپنے ابتدائی دور میں ہے"۔

"درست ہے ملکہ کائنات"۔ وزیر اعظم نے ادب سے جواب دیا۔ "بڑے پیمانے پر اس کی شکل دوسری ہو گی"۔

"اچھا اور کوئی خاص بات"؟۔ تخت شاہی سے آواز آئی۔

"اور کوئی ایسی اہم بات نہیں جس کے لیے علیا حضرت کا وقت برباد کیا جائے"۔ وزیر اعظم نے قریب قریب زمین بوس ہو کر جواب دیا۔

"دربار برخواست"۔ تخت شاہی سے آواز آئی۔ پھر ملبوسات کی سرسراہٹ سنائی دی جیسے کوئی تخت سے اٹھا ہو اور اس کے بعد وہی باجوں گاجوں کا شور۔ حاضرین دربار پھر احتراماً جھک گئے۔ اور اس وقت تک جھکے رہے جب تک کہ جلوس کا شور ختم نہیں ہو گیا۔

حمید ایک بار پھر فضا میں معلق ہوا اور پہلے ہی کی طرح خلا میں تیرتا ہوا محراب سے گزر کر سنگی فرش پر جا گرا۔ اس بار اس کا سر دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ نتیجے کے طور پر پہلے تو بصارت غبار آلود ہو گئی۔ پھر یہ غبار گہرا ہوتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتے اندھیرے میں تبدیل ہوگیا۔

2

بعض لوگ بڑے سخت جان ہوتے ہیں مگر یہ انہیں آدمیوں کے لیے کہا جاتا ہے جو ناپسندیدگی سے دیکھے جاتے ہوں۔اچھے آدمی ایسے معاملات میں قسمت کے دھنی کہلاتے ہیں۔کم از کم فریدی کے متعلق تو یہی کہا جاسکتا ہے وہ ایک نہیں سینکڑوں بار ایسے ایسے خطرات سے بچ نکلا تھا کہ اسے زندہ دیکھ کر اس سے تعلق رکھنے والے ہفتوں کیا۔مہینوں اسے فریدی کا بھوت سمجھتے رہے تھے۔

مگر اس بار جو واقعہ پیش آیا تھا۔اس نے خود فریدی ہی کو مجبور کر دیا کہ ہوش میں آنے کے بعد خود کو کافی دیر تک بھوت سمجھتے رہے۔ایک طرف تو نالے کے طوفانی بہاو نے اس کے پیر اکھاڑ دیئے تھے اور دوسری طرف گولیوں کی بوچھاڑ جب اس نے اپنے بائیں بازو میں گھستے ہوئے انگارے کی جلن محسوس کی تو اسے یقین ہوگیا کہ یہ تکلیف کا آخری احساس ہے۔

ہوش آنے پر اسے بہت دیر تک یہی نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ اسی نالے میں بہہ رہا ہے یا ہوا میں تیر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد اسے ابر آلود آسمان نظر آیا اور خنکی کا احساس بھی ہوا۔چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ جن کی چوٹیاں بادلوں سے ٹکراتی معلوم ہو رہی تھیں۔کچھ دیر تک وہ چت پڑا فضا میں تیر رہا تھا پھر یہ سوچ کر شائد اس کی روح عالم ارواح میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔اس نے اپنے بائیں بازو میں چٹکی لی لیکن پھر اسے محسوس ہوا کہ بازو تو پہلے ہی سے دکھ رہا تھا۔

وہ ابر آلود نیلگوں آسمان کی وسعتوں میں نظر دوڑاتا ہوا تیرتا رہا۔اسے اپنا جسم بالکل ہلکا معلوم ہو رہا تھا۔ ہوا سائیں سائیں کرتی اس کے جسم سے ٹکراتی ہوئی گزرتی رہی۔اسے فرشتوں۔۔۔۔۔۔۔کے پروں کے سائے نظر آرہے تھے۔عجیب سی خوشبوئیں اسے اپنے گردوپیش میں محسوس ہو رہی تھیں۔اس کا ذہن عظمت رب السموات کے گیت گانے لگا مگر کیا اس کی روح حقیقتاً عالم ارواح میں پرواز کر رہی تھی۔وہ جسم وروح کے تعلق کے بارے میں سوچنے لگا اگر وہ عالم ارواح میں تھا تو بائیں بازو کی تکلیف کیسی۔ احساس تو دراصل جسم وروح کے ربط ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔روح نے جسم کو چھوڑا اور تکلیف کا احساس بھی فنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو گیا۔

اس کا ذہن آہستہ آہستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔اب وہ ہوا کی سائیں سائیں کے ساتھ ہی ساتھ دوسری آوازیں بھی سننے لگا تھا۔ یہ بھاری قدموں کی آوازیں تھیں لاتعداد قدموں کی آوازیں۔

اب یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ وہ ایک اسٹریچر پر پڑا ہے۔اور کچھ لوگ اسے اٹھائے ہوئے چل رہے ہیں۔

آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے تیر رہے تھے۔مگر یہ پانی سے خالی تھے۔سفید بادل کچھ بھی ہو۔وہ دھوپ کی شدت سے تو بچا ہی سکتے تھے ان کی چھاوں بڑی خوشگوار تھی۔فریدی بے حس وحرکت پڑا رہا۔

اب وہ دراصل اپنی رہی سہی قوت کا جائزہ لے رہا تھا۔ہوسکتا تھا کہ وہ حملہ آوروں ہی کے ہاتھوں میں پڑ گیا ہو۔لہذا ایسی صورت میں اسے دوبارہ کٹ مرنا پڑتا۔وہ کسی چوہے کے بچے کی طرح بے بس ہو جانا کبھی پسند نہ کرتا۔اس نے ریوالور کے لیے اپنی جیبیں ٹٹولیں لیکن اب وہاں جیبیں کہاں تھیں۔بہر حال کافی غور کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ وہ اوپر سے نیچے تک ایک اونی لبادے میں ملبوس ہے۔بس یہیں سے اس کا منطقی شعور جاگ اٹھا۔اگر وہ حملہ آور ہی ہوتے تو بھیگے ہوئے کپڑے اتار کر خشک لبادہ کیوں پہناتے اسے وہیں ختم کر دیتے۔اسٹریچر پر لاد کر کہیں لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔لیکن پھر خیال آیا ممکن ہے حمید بچ نکلا ہو اور وہ آسانی سے دوبارہ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے اسے زندہ ہی رکھنا چاہتے ہوں۔۔۔۔فریدی مطمئن ہو گیا۔دونوں ہی صورتیں اس کے لیے اطمینان بخش تھیں۔

وہ چپ چاپ آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔پھر شاید سفر ختم ہونے میں ایک گھنٹے کا عرصہ لگا۔اسٹریچر ایک جگہ اتار کر زمین پر رکھ دیا گیا۔فریدی نے آنکھیں بند ہی رکھیں البتہ ایک بار پلکوں میں خفیف سا درہ کر کے گردوپیش کا جائزہ لینے کی کوشش ضرور کی۔

وہ ایک خیمے میں تھا اس کے قریب ہی دو تین آدمی سرگوشیاں کر رہے تھے۔لیکن فریدی کچھ سن نہ سکا۔

پھر اسے ایک عورت کی آواز بھی سنائی دی۔وہ کچھ اونچی آواز میں بول رہی تھی۔اس کی آواز میں ایسی کھنک تھی جس کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ وہ کافی سیکس اپیل رکھتی تھی۔فریدی کی بجائے اگر حمید ہوتا تو یہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رائے قائم کرتا۔

فریدی نے اس کی آواز سنی اور گفتگو بھی سمجھنے کی کوشش کی زبان میں اجنبیت محسوس ہوئی تھی لیکن پھر کچھ دیر بعد الفاظ کی اجنبیت رخصت ہوگئی۔ ویسے فریدی سوچ رہا تھا برے پھنسے۔ وہ اس وقت شاید آزاد علاقہ وادی کراغال میں تھا جس کی سرحدیں رام گڑھ سے ملتی تھیں۔ اس وادی کے باشندے اپنے علاقے میں اجنبیوں کا وجود نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ فریدی سوچنے لگا یہاں تو وہی مثل صادق آئی ہے کہ دیو سے بچے تو سمندر میں ڈوبے۔

اس نے سوچا کہ اب اٹھ ہی جانا چاہئے۔ وہ تھوڑی بہت کراغال جانتا تھا۔ دوسروں کی باتیں سمجھ کر اپنا مافی الضمیر واضح کر سکتا تھا۔ اس نے کراہ کر کروٹ بدلی اور آنکھیں کھول دیں۔

وہ لوگ خاموش ہوگئے۔ فریدی نے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھا اور اٹھ بیٹھا۔

"لیٹے رہو لیٹے رہو"۔ عورت نے جلدی سے کہا۔

"ایک معزز خاتون کی موجودگی میں لیٹے رہنا بدتمیزی ہے"۔ فریدی نے کراغالی میں جواب دیا۔

ایک بوڑھے اور قوی الجثہ آدمی نے معنی خیز نظروں سے عورت کی طرف دیکھا۔

عورت خوش شکل، جوان اور غیر معمولی قوی ہیکل تھی اور اس کی آنکھوں سے نسوانی صنف کی بجائے مردانہ پن جھانک رہا تھا۔

"تم زخمی ہوا اجنبی"۔ عورت نے نرم لہجے میں کہا۔ "تمہارے بازو سے رائفل کی گولی نکالی گئی ہے۔ ہڈی محفوظ ہے۔ اطمینان رکھو۔ لیٹ جاو"۔

"میں آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں مگر مجھے حیرت ہے کہ میں زندہ کیسے بچا"۔

"کیا تم نے خانم کا حکم نہیں سنا"۔ بوڑھا غرایا۔ "لیٹ جاو"۔

"میں ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں"۔ فریدی نے کہا اور لیٹ گیا۔

"تم کیسے زخمی ہوئے تھے"؟۔ عورت نے پوچھا۔

"مجھے درجنوں آدمیوں نے گھیر لیا تھا۔ میں تنہا تھا۔ زخمی ہو کر ایک پہاڑی نالے میں جا گرا مجھے حیرت ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ میں کراغال تک زندہ کیسے پہنچ گیا"۔

"اللہ کی حکمت"۔عورت آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔ "تم ندی کے کنارے ایک چٹان پر پڑے ہوئے تھے۔مگر تم لڑے کہاں تھے"؟۔

"رام گڑھ میں"۔

"اوہو۔تم ادھر کے ہو"؟۔

"ہاں محترمہ"۔

" مگر ادھر کا قانون تو اس قسم کی لڑائی بھڑائی کی اجازت نہیں دیتا"۔

"قانون توڑنے والے ہر جگہ ہوتے ہیں محترمہ۔کیا آپ کراغال کی خانم ہیں"؟۔

"ہاں۔میں خانم ہوں۔مگر شاید تم کراغال کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔کراغالی بھی بول سکتے ہو"؟۔

"ہاں محترمہ۔میں دنیا کی بہتیری زبانیں بول اور سمجھ سکتا ہوں"۔

بوڑھے نے پھر اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا اور عورت بولی۔ "غالباً تم اجنبیوں کے سلسلے میں کراغال کے دستور سے بھی واقف ہو گے"؟۔

"ہاں محترمہ۔میں جانتا ہوں کہ یہاں اجنبی نہیں آنے پاتے اگر آ گئے تو ختم کر دیئے جاتے ہیں یا پھر ان کی واپسی ناممکن ہوتی ہیں۔مگر محترمہ آپ جانتی ہیں کہ میں کن حالات میں یہاں تک پہنچا۔۔۔۔۔"؟

"خیر یہ قصہ فی الحال یہیں رہنے دو۔تمہیں آرام کی ضرورت ہے"۔

"میں ایک بار پھر فراخدل خانم کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہاں میرے ساتھ دوستانہ برتاو ہوگا"۔

" کیوں"؟۔خانم بیساختہ چونک پڑی۔

" کچھ نہیں۔میں جانتا ہوں کہ کراغالی۔۔۔۔۔مہمان نواز۔۔۔شریف اور عالی ہمت ہوتے ہیں"۔

ایک پاگل دوسرا قیدی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1

پتہ نہیں کتنی دیر بعد حمید کو ہوش آیا۔ وہ اب اسی کمرے میں تھا۔ جس سے اس کا گہرائی والا سفر شروع ہو گیا تھا۔ اگر اس کے پیٹھ کی ہڈیوں کی چوٹ دکھ نہ رہی ہوتی تو وہ یہی سمجھتا کہ اس نے خواب دیکھا ہوگا۔ مگر ایسی صورت میں۔۔۔۔۔؟

وہ کافی دیر گم سم فرش پر پڑا رہا۔ سر کی چوٹ بھی دکھ رہی تھی۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیرا مگر اسے کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا احساس نہیں ہوا۔ کھوپڑی کی ہڈیاں محفوظ تھیں۔ اگر محفوظ نہ ہوتیں تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ اسی طرح گم سم پڑا رہتا۔ بات یہ تھی کہ دربار اور اس عجیب وغریب مشین زیرو تھری نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ ایسے مجرم جن کے یہ ٹھاٹ ہوں اسے آج تک خواب میں بھی دکھائی نہیں دیئے تھے اور پھر وہ پراسرار ملکہ جس کی صرف آواز سنی جا سکتی ہے۔ اس کا شاہانہ جلوس جو نظروں سے یکسر غائب رہا تھا۔ تخت شاہی خالی پڑا تھا مگر اسی تخت سے ملکہ کی آواز اٹھ کر ہال میں منتشر ہو رہی تھی۔ کیا وہ بھوتوں کا دربار تھا؟۔ لیکن یہی لوگ قاسم سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھ رہے تھے اور شاید روحی پر حملوں کے ذمہ دار بھی یہی تھے۔ پھر اسے دلکشا ہوٹل والا واقعہ یاد آ گیا۔ قاسم نے اسے اپنے کمرے کی کھڑکی غائب ہو جانے کے متعلق بتایا تھا۔ ممکن ہے اس کا بیان درست ہی رہا ہو۔ جب کسی کمرے کا فرش سینکڑوں فٹ نیچے جا سکتا ہے تو اس کی کھڑکی کا غائب ہو جانا ناممکنات میں سے نہیں ہو سکتا۔

اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ ایک اہم سوال تھا؟۔ اور شاید اسی پر اس کی زندگی کا انحصار بھی تھا۔ وہ بڑے عجیب لوگوں میں آ پھنسا تھا۔ اسے کوئلے کا مجسمہ بھی یاد آیا جو اس نے فریدی کے ساتھ ایک عمارت میں دیکھا تھا جو لوگ زیرو تھری جیسی مشینیں بنا سکتے ہیں ان کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ مگر کیا اس کی حکومت انہیں شکست دے سکے گی۔ فریدی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس عجیب وغریب تنظیم کے سامنے اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ فریدی بھی گوشت پوشت ہی سے بنا ہے۔ اسے زیرو تھری جیسی مشینیں کسی حقیر تنکے کی طرح فضا میں نچا سکتی ہیں۔

حمید کی کنپٹیاں تڑخنے لگیں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کیا اسے اس دربار کی سیر اسی لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرائی گئی تھی کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جائے۔ یقیناً یہی بات ہو سکتی ہے ورنہ دوسری صورت میں قاسم کو ان عجائبات کے درشن کرائے جاتے۔ حمید کو یقین تھا کہ قاسم کو اس قسم کے کسی بھی واقعے سے دوچار نہ ہونا پڑا ہوگا ورنہ تذکرہ ضرور کرتا۔ اسے تو صرف چند لڑکیوں کے چکر میں الجھا کر بڑی بڑی رقمیں وصول کی جا رہی تھیں۔

اس نے ان سب خیالات کو پرے جھٹک کر پھر اپنے آئندہ طرز عمل کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یہ سب دیکھ کر پاگل ہو گیا ہوتا۔ پاگل سکر دینے والی بات ہی تھی۔

"پاگل"۔ حمید کے ذہن نے تین چار بار دہرایا۔ بس پاگل ہو جانا ہی زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ بہترین تدبیر، کیونکہ اس پاگل پن کا جواز بھی موجود تھا۔ پراسرار دربار کی سیر۔۔۔۔۔۔۔؟ ایک نظر نہ آنے والی عورت کی آوازیں پھر اس کا ہوا میں اڑ کر تخت کے نیچے جا گرنا۔ کیا یہ سب کچھ پاگل کر دینے کے لیے کافی نہیں تھا۔ یقیناً کافی سے بھی زیادہ تھا۔ اس صورت میں وہ ان سوالات کا صحیح جواب دینے پر بھی مجبور نہ ہوگا۔

پھر وہ پاگل بننے کی باتیں سوچنے لگا اس سے پہلے بھی ایک بار وہ پاگل بن چکا تھا اور اس نے ہفتوں اتنی شاندار ایکٹنگ کی تھی کہ پاگل خانے کے ڈاکٹر بھی چکر میں پڑ گئے تھے۔

ایک بات اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس وقت دن تھا یا رات۔ ان کمروں میں چھت کے قریب دیواروں سے روشنی پھوٹتی تھی اور یہ روشنی یقیناً مصنوعی تھی۔ سورج سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا ورنہ اس میں ہلکی سی نیلاہٹ کیوں ہوتی۔

پہلی بار ہوش میں آنے سے اب تک وہ ایسی ہی روشنی دیکھتا رہا تھا اس کی گھڑی تو پہلے ہی بیکار ہو چکی تھی۔ بھوک کے مارے اس کا دم نکل رہا تھا لیکن وہ کہاں جاتا کسے پکارتا۔ پھر اسے قاسم کا خیال آیا وہ اٹھا اور دروازے کے قریب گیا جہاں وہ قاسم کے کمرے کا جائزہ لے سکتا تھا۔ یہاں اس نے قاسم کو دیکھا جو ایک لمبے دسترخوان پر تنہا پریڈ کر رہا تھا۔ بکرے کی مسلم ران۔ مرغ مسلم۔ بڑی بڑی رقابوں میں شوربہ اور روٹیوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"قاسم"۔حمید نے اسے آواز دی۔

"اوہا۔۔۔اغے۔۔۔۔غید۔۔۔۔بھاغی۔۔۔۔ "وہ بھاڑ سا منہ پھاڑتا ہوا بولا۔جس میں ایک لقمہ تھا۔ "آو۔۔۔آو"۔

"اچھا۔۔۔اچھا۔۔۔ "قاسم نے کچھ روٹیاں اٹھائیں ان پر کچھ بوٹیاں رکھیں اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا لیکن نہ جانے کس روشندان سے بندر نے اس پر چھلانگ لگائی اور وہ سب فرش پر آ رہا۔قاسم گالیاں بکتا ہوا اس کی طرف دوڑا۔لیکن وہ پھر ایک روشندان پر جا چڑھا تھا اور کھڑے ہو کر پھر وہی" چھنک چھنک "شروع کر دی۔اس واقعے پر حمید سچ مچ پاگل ہو گیا۔وہ بھی اس بندر کو اس انداز میں گالیاں دینے لگا جیسے اس سے ان کے جواب کی توقع رکھتا ہو اور پھر جواب ملتے ہی باقاعدہ طور پر لڑ پڑے گا۔

پھر قاسم اور حمید دونوں ایک دوسرے سے پھوہڑ عورتوں کی طرح گلے شکوے کرنے لگے۔شاید دونوں ہی پاگل ہو گئے تھے۔بندر ایک بار پھر چپ چاپ نیچے اترا۔اتنی آہستگی سے کہ گھنگروؤں میں ہلکی سی چھنک بھی نہیں پیدا ہو سکی اور پھر اس نے دسترخوان پر رکھی رقابیں الٹ دیں۔

"وہ دیکھو"۔حمید دہاڑا۔

جب تک قاسم وہاں پہنچتا وہ پھر جست لگا کر روشندان پر جا چڑھا اور پھر وہی ناچ شروع ہو گیا۔ "چھنک، چھنک۔۔۔۔حمید کو زہر لگ رہی تھی یہ آواز۔دفعتاً قاسم نے ایک بڑی سی ہڈی اس پر کھینچ ماری جو روشندان سے گزر کر دوسری طرف چلی گئی۔بندر بدستور ناچتا رہا۔ "چھنک چھنک"۔

اس پر قاسم نے ایک قاب پر طبع آزمائی کی اور پھر اس کا دماغ باقاعدہ طور پر الٹ گیا۔چپاتیاں۔۔۔۔ہڈیاں۔۔۔۔پلیٹیں۔۔۔۔رقابیں۔۔۔۔روشندان سے گزر کر دوسری طرف جاتی رہیں مگر بندر کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ہو سکتا ہے کہ قاسم کی چشم تصور اب بھی اسے دیکھ رہی ہو۔

اچانک ایک گھڑ گھڑاہٹ سی سنائی دی اور سامنے والی دیوار میں ایک چھوٹی سی خلا نظر آئی۔اتنی چھوٹی کہ اس سے ایک دبلا پتلا آدمی بھی مشکل سے گزر سکتا تھا۔اس خلا میں ایک آدمی کا چہرہ دکھائی دیا اور اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گرج کر قاسم سے پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے"؟۔

"اسی سالے چھنک چھنک سے پوچھو کہ یہ کیا ہو رہا ہے"؟۔

"بندر"۔دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں تمہارا باپ"۔قاسم دہاڑا۔

"تم سمجھتے ہو کہ جب تک تم چیک پر دستخط نہیں کرو گے یہی ہوتا رہے گا"۔اس نے نرم لہجے میں کہا۔

قاسم خاموش ہو گیا۔وہ اس مسلے پر سنجیدگی سے سوچنا چاہتا تھا ابھی تک ڈیڑھ لاکھ کی رقم گنوا چکا تھا۔

دفعتا حمید نے ہانک لگائی۔ "ارے میری جان ادھر تو دیکھو"۔

" کیوں شور مچا رہے ہو تم"؟۔وہ آدمی جھلا گیا۔

"چار بنڈل۔۔۔چار بنڈل"۔حمید نے قہقہہ لگایا اور اس کے حلق سے بیک وقت سینکڑوں قسم کی آوازیں نکلتی معلوم ہوئیں۔پھر اس نے مرغ کی طرح بانگ دینی شروع کر دی۔قاسم حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑا تھا۔

"میری جان۔۔۔ملکہ کائنات۔۔۔ککڑوں کوں۔۔۔ککڑوں کوں۔۔۔وزیر اعظم ککڑوں کوں۔۔۔۔زیرو تھری۔۔۔۔ککڑوں کوں۔۔۔۔قاسم بیٹا ککڑوں کوں"۔

"تم خود ککڑوں کوں"۔قاسم ہنسنے لگا۔

مگر حمید ملکہ کائنات اور وزیر اعظم کا نام لے لے کر اس طرح " ککڑوں کوں " کہتا رہا جیسے "زندہ باد" کے نعرے لگا رہا ہو۔

2

وادی کراغال کی خانم اپنی شکارگاہ میں تھی۔جس کا فاصلہ اس کے محل سے تقریبا بیس میل تھا۔یہیں اسے فریدی ندی کے کنارے ایک چٹان پر بیہوش ملا تھا۔

اس کے خیمے سے واپس آنے کے بعد خانم نے اپنے بوڑھے مشیر کو طلب کیا اس کے سر کے بال برف کی طرح سفید تھے اور چہرے پر گھنی سفید مونچھیں تھیں۔مگر جسم کی ساخت جوانوں کی سی تھی اور وہ اس عمر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی سینہ تان کر چلتا تھا۔

"تم کیا کہتے ہو"؟۔خانم نے اس سے سوال کیا۔

"آپ مالک ہیں۔مگر میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ کوئی اجنبی محل میں قدم رکھے"۔

"مجھے وہ ایماندار آدمی معلوم ہوتا ہے"۔

"مگر آپ بھول رہی ہیں کہ وہ ان پہاڑوں کے ادھر رہتا ہے"۔بوڑھے نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

خانم سوچ میں پڑ گئی اور بوڑھا بولا۔ "ادھر کوئی ایماندار آدمی پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔کیا ہم ان لوگوں کے ہاتھوں تنگ نہیں آ گئے۔ہمارے دشمنوں کے پاس رائفلیں کہاں سے آتی ہیں۔دھماکے کے والے گولے کہاں سے آتے ہیں۔سب وہیں سے آتے ہیں مالک۔میں تو یہ کہتا ہوں کہیں یہ آدمی ادھر کا جاسوس نہ ہو"؟۔

"کچھ بھی ہو۔۔۔۔۔ "خانم تھوڑی دیر بعد بولی۔ "وہ زخمی ہے۔اسے اس حال میں یہاں نہیں چھوڑا جاسکتا۔پھر اگر وہ جاسوس ہی ثابت ہوا تو اسے ایک اچھا سبق دیا جائیگا تاکہ پھر کوئی ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرات نہ کر سکے"۔

"آپ مالک ہیں۔جو اللہ کی مرضی۔وہی خانم کی مرضی"۔

"ٹھیک ہے"۔خانم نے کہا۔ "اب ہم واپس چلیں گے۔موسم خراب ہو گیا ہے شکار کے لیے موزوں نہیں"۔

بوڑھا ادب سے جھکا اور باہر نکل گیا۔

پھر ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر کوچ کی تیاری شروع ہوگئی۔فریدی کے لیے پھر اسٹریچر لایا گیا۔مگر اس نے اسٹریچر پر سفر کرنے سے انکار کر دیا۔

"میں اپنے ہی جیسے آدمیوں پر بار نہیں بننا چاہتا"۔

"تم زخمی ہو"؟۔خانم نے کہا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

" مگر اتنا کمزور بھی نہیں ہوں"۔

"ہمارے پاس کوئی فالتو گھوڑا نہیں ہے"۔خانم مسکرائی۔

"پرواہ نہیں میں پیدل چلوں گا"۔

"بوڑھا اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔خانم نے اسے کچھ اشارہ کیا۔جواب میں بوڑھے نے ایک سوار کی طرف دیکھا۔اور وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔اور اس کی لگام پکڑے ہوئے فریدی کے قریب لایا۔

فریدی ایک ہی جست میں گھوڑے کی پشت پر تھا مگر گھوڑا بدک گیا۔منہ زوری کرنے لگا اور پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر سوار کو گرانے کی کوشش کی مگر اس کی پشت پر ایک صدی کا سب سے چالاک آدمی سوار تھا۔ اس نے دو تین ہی رگڑوں میں اسے چوہا بنا دیا۔خانم اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔آخر اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں بوڑھے سے کہا۔ " کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ گھوڑا اشریر ہے"؟۔

" نہیں مالک۔میں نہیں جانتا تھا ویسے یہ گھوڑا اشریر نہیں ہے کیوں"؟۔اس نے گھوڑے کے مالک کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری۔

" نہیں مالک۔یہ تو بڑا سیدھا جانور ہے"۔گھوڑے کا مالک بولا۔

"بات یہ ہے"۔بوڑھے نے کہا۔ " کراغال کے گھوڑے بھی اجنبیوں سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہیں"۔

" نہیں۔یہ غلطی پر تھا"۔فریدی نے اپنی ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب اسے یاد آ گیا ہے کہ ہم دونوں ایک ہی کارخانے میں ڈھالے گئے تھے۔

شاید گھوڑے کے مالک کو بھی اس کے رام ہو جانے پر حیرت تھی۔وہ بار بار اس کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکاتا رہا۔

پھر تیس افراد کا یہ قافلہ چل پڑا۔پیچھے چند بردبار خچروں پر خیمے اور راوٹیاں بار تھیں۔کچھ لوگ پیدل بھی تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راہ میں ایک جگہ پھر فریدی کا گھوڑا شرارت پر اتر آیا۔مگر فریدی نے اپنے رانوں سے اس کی پسلیاں اس زور سے دبائیں کہ اس کی زبان نکل پڑی۔۔۔اس موقعہ پر اگر حمید ہوتا تو ضرور پوچھ بیٹھتا۔۔۔آخر آپ خود کتنے ہارس پاور کے ہیں"۔فریدی اس وقت بھی حمید کے متعلق سوچ رہا تھا۔۔۔کہیں حملہ آوروں نے اسے ہلاک نہ کر دیا ہو۔مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا خود اس کی زندگی کسی معجزے کے تحت بچ تو گئی تھی۔مگر اب وہ ایسے لوگوں میں آ پھنسا تھا۔جن سے گلو خلاصی قریب قریب ناممکن تھی۔اگر ناممکن نہیں تو آسان بھی نہیں تھی۔خود فریدی جیسا آدمی اس سلسلے میں کوئی یقینی بات نہیں سوچ سکتا تھا۔

خانم کا گھوڑا اس وقت اس کے گھوڑے کے برابر چل رہا تھا اور وہ بار بار اس کی طرف دیکھنے لگتی تھی مگر فریدی اپنی گتھیوں میں الجھا ہوا تھا۔

"تمہارے زخم میں تکلیف ضرور ہو رہی ہوگی"؟۔خانم نے کہا۔

" کوئی ایسی خاص نہیں ہے"۔

"تمہارے دیس کے لوگ آخر ہمیں غلام کیوں بنانا چاہتے ہیں"؟۔خانم نے پوچھا۔

"میرے دیس کے لوگ؟۔فریدی نے حیرت سے کہا۔ "نہیں تو۔۔۔میں نے کبھی نہیں سنا کہ ہماری حکومت نے کبھی آزاد علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہو"۔

"پھر ہمارے دشمنوں کو اسلحہ کہاں سے ملتا ہے"؟۔

"ہماری حکومت سے انہیں کوئی مدد نہ ملی ہوگی آپ یقین کیجئے"۔

"تم کیا جانو۔حکومتوں کے راز عام آدمیوں کو نہیں معلوم ہوتے"؟۔

"ہاں۔یہ درست ہے"۔فریدی نے کہا۔ " مگر عام آدمی اپنی عقل تو استعمال کر سکتی ہیں۔اتنا میں بھی سوچ سکتا ہوں کہ ہماری بقا کے لیے کراغال کا وجود ضروری ہے"۔

"اسی لیے تم چاہتے ہو کہ کراغال پر تمہارا تسلط ہو جائے"؟۔

"ہرگز نہیں۔البتہ ہم مضبوط ترین کراغال ضرور چاہتے ہیں۔ہماری سب سے بڑی غلطی ہوگی اگر ہم کراغال کے دشمنوں کا ساتھ دیں ویسے انہیں اسلحہ دوسرے ممالک سے بھی مل سکتا ہے۔جو ہم دونوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یکساں مخالف ہیں"۔

" مگر میں نے ایسی رائفلیں کبھی نہیں دیکھیں۔ایک محل میں پڑی ہوگی۔میں تمہیں دکھاوں گی۔

پھر وہ خاموش ہوکر سوچنے لگی۔ادھر فریدی بھی سوچ رہا تھا کہ یہ کسی نہ کسی بہانے سے اسے قید کر لینے کی فکر میں ہے۔اس نے گھوڑے کے سلسلے میں بوڑھے مشیر کا طنز بھی محسوس کیا تھا۔کراغالیوں کے ہتھے چڑھ جانے کا مطلب یا تو موت تھا یا عمر قید۔بہر حال کسی نہ کسی طرح ان پہاڑوں کی داستانوں کو باہر پھیلنے سے روکتے تھے۔فریدی نے کچھ دیر بعد خانم سے پوچھا۔ "آپ کے دشمن ہیں کون"؟۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کراغالی ہی ہیں"۔خانم نے جواب دیا۔ " مگر ان کے پاس عجیب وغریب چیزیں ہیں۔حیرت انگیز اسلحہ جات۔ان کے پاس ایک ایسی سیٹی ہے جس کی آواز میلوں پھیلتی ہے"۔

" کیا"؟۔فریدی یک بیک چونک پڑا۔

"ہاں ان کے ہر آدمی کے پاس ایک ایسی سیٹی ہوتی ہے جب وہ خطرے میں ہوتا ہے تو اسے بجاتا ہے اور پھر نگل لیتا ہے"۔

" کیا نگل لیتا ہے"؟۔فریدی نے پوچھا۔

"سیٹی۔اسے نگلتے ہی وہ مرجاتا ہے۔پھر تھوڑی دیر بعد اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ جاتے ہیں۔شاید وہ سیٹی اس کے پیٹ میں کسی بم کی طرح پھٹ جاتا ہے"۔

"آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا"؟۔

"ایک بار ایک مشتبہ آدمی اس علاقے میں دیکھا گیا تھا۔میرے آدمیوں نے اسے گھیر کر پکڑ لیا۔اس نیسیٹی بجائی اور پھر اسے نگل گیا۔سیٹی کی آواز پھیلتے ہی کچھ دیر بعد ان پر چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں پندرہ میں ان میں سے صرف دو آدمی بچے تھے اور ایک نے اس لاش کے چیتھڑے اڑتے دیکھے تھے"۔

"حملہ آور سامنے نہیں آتے"؟۔فریدی نے پوچھا۔

"نہیں۔یہ پہاڑ ایسے ہیں کہ ان میں پوری پوری فوجیں چھپ سکتی ہیں"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھر خانم نے چاروں طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ "میرے آدمیوں کا خیال ہے کہ تم انہیں لوگوں کے جاسوس ہو۔اس لیے وہ تمہیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتے۔اب بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنی حقیقت سے آگاہ کردو۔

پاگل کا امتحان

1

حمید نے وہ غل غپاڑا مچایا کہ قاسم بہ حواس ہو گیا اور اس آدمی پر پتہ نہیں کیا گزری جو دیوار کی خلا میں جھانک رہا تھا لیکن اب خلا برابر ہو چکی تھی۔حمید اس کے باوجود بھی اسی انداز میں چیختا رہا۔

" کیوں میرا دماغ خراب کر رہے ہو"؟۔قاسم برا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس سے کیا فائدہ"؟۔

"شٹ اپ۔۔۔۔سالے۔۔۔الو کے پٹھے"۔حمید نے اسی انداز میں اسے ڈانٹ پلائی۔

"ابے زبان سنبھال کے۔تم خود سالے الو کے پٹھے۔شٹ اپ وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس پر حمید نے اسے دو چار گندی گندی گالیاں دیں اور قاسم آپے سے باہر ہو گیا۔اس نے جھلاہٹ میں دو چار ٹکریں دروازے پر ماردیں لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔اتنے میں قاسم کے کانوں میں چھنک چھنک کی آواز بھی آئی۔وہ اور بھی پاگل ہو گیا حمید کو چھوڑ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔بندر روشندان میں کھڑا ناچ رہا تھا۔

اس بار قاسم اس طرح آوٹ آف کھوپڑی ہو گیا تھا کہ خود اس نے بھی جھلاہٹ میں بندر ہی کی طرح ناچنا شروع کر دیا۔

"دوسری طرف حمید کے کمرے کا فرش پھر نیچے کی طرف دھنسنے لگا اور اس نے سمجھ لیا کہ آنے والے لمحات فیصلہ کن ہوں گے اس نے اپنی قمیض تار تار کر ڈالی اور ٹائی کھول کر اسے اس طرح اپنی گردن میں لپیٹ لیا جیسے دونوں سرے سے کھینچ کر خودکشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

جیسے ہی فرش کی حرکت تھمی حمید نے اپنا گلا گھونٹنا شروع کر دیا اس کی آنکھیں بند تھیں۔اچانک اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں ہاتھ پکڑ لیے گئے اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان ابل پڑا۔تین آدمی اسے کھینچتے ہوئے محراب سے نکال کر اسی وسیع ہال میں لے جا رہے تھے جہاں اس سے قبل اس نے ایک پراسرار دربار کے مناظر دیکھے تھے۔

"چھوڑ دو بدتمیزو۔۔۔۔مجھے سجدہ کرو۔میں ملکہ کائنات کا پٹھا ہوں"۔حمید حلق پھاڑ کر چیخا اور اسی جگہ مچلنے لگا۔لیکن وہ لوگ اسے وسط ہال تک کھینچتے رہے پھر چھوڑ دیا۔حمید نے چھوٹتے ہی کسی زخمی گوریلے کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے ان تین آدمیوں کی موجودگی کا احساس نہ ہو۔

وہ تینوں اسے حیرت سے دیکھتے رہے۔پھر اچانک ایک محراب سے پردہ ہٹا اور ایک پروقار آدمی آہستہ آہستہ چلتا ہوا حمید کی طرف آیا۔اس کے جسم پر جدید طرز کا لباس تھا لیکن چہرے پر گھنی سیاہ داڑھی تھی اور وہ تین آدمی بھی آج کل کے معمولی ہی لباس میں تھے۔ان کی کسی بات سے بھی قدامت نہیں ظاہر ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے"؟۔داڑھی والے نے گرج دار آواز میں کہا۔

حمید اچھل کود ترک کر کے بےحس و حرکت کھڑا ہو گیا۔اس کے چہرے پر بلا کی وحشت طاری تھی اور آنکھوں کی چمک تو خدا کی پناہ۔کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔حمید ایک شاندار ایکٹر تھا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ کسی وقت بھی تمہاری موت آ سکتی ہے"؟۔داڑھی والے نے اسے گھور کر کہا۔

"میرے داہنے ہاتھ میں موت ہے اور بائیں میں حیات۔تم مجھے سولی دو۔میں آسمان پر اٹھا لیا جاؤں گا"۔

"کرنل فریدی کہاں مل سکے گا۔ہم لوگ بڑے مہمان نواز ہیں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی"؟۔

"کرنل فریدی آکسفورڈ ڈکشنری کے پندرہویں صفحہ پر ملے گا۔فریدی ناون ہے اس کا ایڈجیکٹو فریدل ہے۔دل دل۔۔۔۔فریدل۔۔۔۔فرفر۔۔۔۔دلی دل۔۔۔۔ہائے تیری گھوڑی چنے کے کھیت میں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حمید نے ٹھمک ٹھمک کر چلنا شروع کر دیا۔ "نندی تیری گھوڑی چنے کے کھیت میں"۔

داڑھی والا اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

"اور بکو"۔حمید کچھ دیر خاموش رہ کر اسے گھورتا ہوا بولا۔ "اگر تم میری قابلیت کا امتحان لینا چاہتے ہو تو یہ بھی سہی۔میں دنیا کے سارے علوم کے متعلق تمہیں چیلنج کر سکتا ہوں"۔

داڑھی والے کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔اس نے ان تینوں آدمیوں سے کہا۔ "اسے ریڈ دراڑ میں لے چلو"۔

حمید اب پھر گھسیٹا جانے لگا۔لیکن اب وہ گالیاں بکنے کے بجائے کسی دیش سیوک کی طرح حب الوطنی پر تقریر کر رہا تھا۔آفسر اس نے بڑے شاندار لہجے میں کہا۔

"تم نے ایک کو سولی دی ہے۔ایک کو زہر پلایا تھا۔ایک کے سینے میں خنجر اتارا تھا۔لیکن میں نہ زہر سے مر سکتا ہوں اور نہ خنجر سے۔میں تمہاری موت کا پیام ہوں"۔

ہال سے گزر کر وہ ایک طویل سرنگ میں چلتے رہے پھر ایک محراب میں داخل ہو کر ایک بڑے کمرے میں آئے جو اپنے لوزمات کی بنا پر کسی قسم کی لیبوریٹری معلوم ہو رہا تھا

یہاں پانچ یا چھ سنجیدہ صورت آدمی پہلے ہی سے موجود تھے۔ان میں سے ایک کو حمید نے فوراً ہی پہچان لیا۔ یہ وہی بوڑھا تھا جس نے دربار میں زیروتھری نامی مشین کا مظاہرہ کیا تھا۔

داڑھی والے کو دیکھ کر وہ سب مودبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔

"اس آدمی کی ذہنی حالت کی رپورٹ چاہئے"۔اس نے حمید کی طرف اشارہ کیا اور لیبوریٹری سے نکل گیا۔وہ تین آدمی جو حمید کو یہاں لائے تھے موجود رہے۔

حمید نے سوچا۔یہ بہت برا ہوا۔اب پول کھل جائے گی جن لوگوں کے پاس زیروتھری جیسی حیرت انگیز مشینیں ہوں ان کے پاس ذہنی حالت رکھنے کے اعلیٰ ترین آلات کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔حمید کو فوراً ہی ایک دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔اس کمرے میں عجیب طرح کی روشنی تھی جو نہ روشنی معلوم ہوتی تھی اور نہ تاریکی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حمید کو ایکسرے سے ملتی جلتی ایک مشین میں کھڑا کر دیا گیا۔ مشین میں ہلکی سی گھڑ گھڑاہٹ پیدا ہوئی اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا ذہن خود اسی پر آئینہ ہو گیا ہو۔ گرمی کے مارے اس کا دم گھٹنے لگا۔ حلق خشک ہونے لگا اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس پر غشی طاری ہوتی جا رہی ہو۔ شاید تین منٹ بعد اسے مشین سے نکالا لیا گیا۔۔۔ اور حمید نے پھر اپنی بکواس شروع کر دی۔ لیکن سب فضول۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ابھی ساری حقیقت ظاہر ہو جائے گی اور انجام۔۔۔ انجام خدا جانے کیا ہو۔

کمرے سے وہ پھر لیبو ریٹری میں لایا گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ اس کی ذہنی حالت کی جانچ کرنے والا بھی وہی بوڑھا تھا جس نے اسے زیرو تھری نامی مشین کے کرتب دکھائے تھے۔

اس نے جلدی جلدی ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر ایک آدمی کے حوالے کیا جو فوراً ہی لیبو ریٹری سے باہر چلا گیا۔ حمید کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں میں سے اب دو ہی باقی رہ گئے تھے۔

شاید پانچ منٹ بعد وہ آدمی واپس آ گیا اور اس نے کاغذ بوڑھے کو واپس کر دیا۔ بوڑھے نے پشت پر لکھی ہوئی عبارت پڑھی اور ان آدمیوں سے بولا۔ "اسے میرے ساتھ لاؤ"۔

حمید کو پھر ایک طویل سرنگ سے گزرنا پڑا لیکن نہ تو یہاں گرمی تھی اور نہ گھٹن کا احساس۔۔۔ وہ چلتے رہے۔ سرنگ کے دائیں اور بائیں جانب دروازوں اور کھڑکیوں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ گویا یہ سب بھی کمرے ہی تھے۔ اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ ان لوگوں سے زیادہ مرعوب ہو گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا کبھی کوئی ان لوگوں کو شکست دے سکے گا۔ ایک کمرے کا دروازہ بوڑھے نے کھول کر حمید کو اندر دھکا دیا اور پھر دروازہ باہر سے بند کر لیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور بوڑھا اندر داخل ہوا۔

" کیوں، کیا خیال ہے"؟۔ اس نے مسکرا کر حمید سے پوچھا۔ "یہ کھیل جاری ہی رکھو گے یا فی الحال وقتی طور پر مہلت چاہتے ہو"؟۔

حمید نے جواب میں ککڑوں کوں " کی ہانک لگائی اور یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہتا تھا کہ بوڑھے نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "مجھے بیوقوف بنانا مشکل ہے۔ ویسے میں نے رپورٹ میں یہی لکھا ہے کہ کسی اچانک ذہنی دھچکے نے مخبوط الحواس کر دیا ہے۔ مگر میرا دعوی ہے کہ تم قطعی صحیح الدماغ ہو۔ ویسے تمہیں ایک شاندار ایکٹر ضرور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہا جا سکتا ہے۔

حمید خاموشی سے اسے دیکھتا رہا کچھ بولا نہیں۔

2

خانم کا محل بڑا شاندار تھا۔ یہاں پہنچ کر فریدی کو معلوم ہوا کہ وہ کراغالیوں پر پوری طرح حکمران ہے۔ فریدی کو ایک کشادہ اور ایک آرام دہ کمرے میں ٹھہرایا گیا۔لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی حیثیت قیدیوں کی سی ہے۔وہ کمرے سے تنہا باہر نہیں نکل سکتا تھا۔کمرے کے سامنے تین مسلح سنتریوں کا پہرہ تھا ۔جب بھی وہ باہر نکلتا وہ اس کے ساتھ ہو جاتے۔

سہ پہر کو پھر اس کی طلبی خانم کے سامنے ہوئی وہ ایک جابر حکمران تھی۔فریدی نے یہی اندازہ لگایا تھا اس وقت وہ ایک بڑے اور اعلی فرنیچر سے آراستہ کمرے میں تنہا تھی۔اس کے جسم پر دھانی رنگ کے سلک کا ایک لبادہ تھا اور بال کھلے ہوئے تھے اور بلاشبہ وہ حسین نظر آ رہی تھی۔صرف حسین۔نزاکت اس میں نام کو بھی نہیں تھی۔

اس نے سر کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔فریدی اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔خانم خاموشی سے کمرے میں ٹہلتی رہی۔پھر یک بیک رک کر بولی۔

"مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے اس سے پہلے تمہیں کہیں دیکھا تھا۔ویسے میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں بہت دیکھا ہے"۔

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔میں نے تو پہلی بار کراغال میں آنکھیں کھولی ہیں۔آنکھیں کھولنا ہی زیادہ موزوں لفظ ہے کیونکہ میرے یہاں پہنچنے میں ارادے کا دخل نہیں تھا۔

"ادھر دیکھو"۔دفعتا خانم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ " کراغالی ناقابل تخسیر ہیں۔اگر کسی قوت نے ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی تو اسے پچھتانا پڑے گا۔ہمارے پہاڑ اچھی طرح ہماری حفاظت کر سکتے ہیں۔ایک بار ہمارے سات آدمیوں نے ڈھائی سو سفید فام فوجیوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔اور وہ فوجی جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے۔ان کے پاس بھاری گولے پھینکنے والی توپیں بھی تھیں۔تین بمبار ہوائی جہاز تھے لیکن ہمارے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صرف سات آدمیوں نے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور اب تم لوگوں نے ہماری طرف دیکھنا شروع کر دیا ہے جو دراصل اب بھی سفید فاموں کے محتاج ہو"۔

"اگر آپ کو اب بھی میری نیت پر شبہ ہے تو میں کسی قسم کی صفائی پیش کرنا فضول ہی سمجھتا ہوں"۔فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"اس صورت میں انجام بخیر نہیں ہوسکتا"۔

"یہ بھی کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے جس کے لیے مجھے پریشانی ہو۔میری نظروں میں انجام تو صرف اس حادثے کا نام ہوگا جو پوری زمین کے چیتھڑے اڑا دے نہ صرف زمین بلکہ پوری کائنات کے خاتمے کا نام انجام ہوسکتا ہے"۔

"بہت اونچی باتیں کر لیتے ہو"۔خانم نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اونچی نہیں یہ تو بہت معمولی باتیں ہیں۔ایک میرے مرنے سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جائے گا"۔

"میں نے تمہیں اس لیے طلب نہیں کیا کہ تم مجھے فلسفہ پڑھاو"۔

"یہ ایک سیدھی سادی بات تھی۔مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ میری نظروں میں موت کی وقعت نہیں ہے"۔

"تم پہاڑوں کے پیچھے والے دیس کے جاسوس ہو"؟۔

"میں کچھ بھی ہوں لیکن مجھے کراغالیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے"۔

"تو تم اسے تسلیم کرتے ہو کہ تم جاسوس ہو"؟۔

"میں کوئی ایسی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں جس کا آپ سے کوئی سروکار نہ ہو"۔

"تم کراغال کی خانم سے گفتگو کر رہے ہو"۔

"میرا خیال ہے کہ مجھ سے ابھی تک کوئی گستاخی سرزد نہیں ہوئی۔ویسے میں ایک پیشن گوئی ضرور کروں گا"۔

"کیا"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"آپ کے وہ نامعلوم دشمن جن کے حیرت انگیز سیٹی کا تذکرہ آپ نے کیا تھا۔عنقریب آپ کے لیے مصیبت بننے والے ہیں"۔

" کیا مطلب"؟۔

"وہ ایک ایسے علاقے کی تلاش میں ہیں جہاں سے ہماری حکومت کے خلاف فتنے اٹھا سکیں"۔

"پھر"؟۔

"پھر یہ کہ اگر کراغال کی خانم نے دانشمندی سے کام نہ لیا تو کراغال کا بھی وہی حشر ہوگا جو قلعہ مقلاق کا ہوا تھا۔بوڑھا خان اعظم آج بھی اپنے جوان بیٹے کا داغ سینے پر لیے زندہ ہے"۔

"تم نصرت خان کا تذکرہ کررہے ہو شاید"؟۔

"ہاں، میں اسی کا تذکرہ کررہا ہوں۔وہ ایک سیدھا سادہ مگر دلیر آدمی تھا۔چند شیطانوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے اسے غلط راستوں پر ڈال دیا۔مقصد یہی تھا کہ قلعہ مقلاق پر ان کا تسلط ہو جائے"۔

"ہاں، ہاں۔یہ داستانیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں"۔

"اس تنظیم کا سرغنہ مارا ڈالا گیا تھا لیکن تنظیم بدستور قائم تھی اور میرا خیال ہے کہ وہ گروہ روز بروز جڑ پکڑتی جارہی ہے"۔

"تو یہ حیرت انگیز سیٹی والے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"میرا خیال ہے کہ یہ اسی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں اور ہاں، آپ نے مجھے ایک رائفل دکھانے کا وعدہ کیا تھا"؟۔

" مگر تم یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو"؟۔

"اس لیے کہہ سکتا ہوں کہ میں بھی انہیں کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا"۔

"میں نہیں سمجھتی کہ تمہاری بیان پر کیوں یقین کرلیا جائے"؟۔

"نہ کیا جائے"۔فریدی نے لاپرواہی سے کہا اور خانم پھر جھنجھلا گئی۔شاید اسے توقع تھی کہ فریدی خود کو خطرے میں دیکھ کر روئے گا۔گڑگڑائے گا اور رحم کی بھیک مانگے گا اپنی معصومیت ثابت کرنے کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زمین وآسمان کے قلابے ملا کر رکھ دے گا"۔

" کراغالی فوراہی ہلاک نہیں کر دیتے"۔اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"اذیتیں دے کر مارتے ہوں گے"۔فریدی نے لاپروائی کا اظہار کیا اور خانم کی آنکھوں میں دیکھنے لگا لیکن خانم زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکی وہ بغلیں جھانکنے لگی۔پھر اس نے تالی بجائی اور ایک خادم پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا۔

"یوسف خاں سے کہو کہ وہ رائفل پیش کرے"۔خانم نے کہا۔خادم تعظیما جھکا اور الٹے پاوں باہر نکل گیا۔

"ایک رائفل ہی پر کیا منحصر۔معزز خانم۔ان لوگوں کے پاس حیرت انگیز چیزیں ہیں۔وہ آدمیوں کو کوئلوں کے بتوں میں تبدیل کر دیتے ہیں"۔

" کیا"؟۔دفعتا خانم چیخ کر کھڑی ہوگئی۔اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔

"ہاں،میں غلط نہیں کہتا۔ان کے پاس دنیا کے بہترین دماغ ہیں۔جو شب وروز ان کے لیے محنت کرتے ہیں۔شاید وہ لوگ قوت میں آنے کے بعد ساری دنیا پر چھا جائیں"۔

"لیکن تم نے ابھی کوئلے کے مجسمے کے بارے میں کیا کہا تھا"؟۔

"یہی کہا تھا کہ ان کے اسلحے آدمی کو کوئلے کے مجسمے میں تبدیل کر سکتے ہیں"۔

" تمہیں کیا معلوم۔کیا تم کسی ایسے حربے سے واقف ہو"؟۔

" نہیں،لیکن ایک ایسا مجسمہ دیکھ چکا ہوں"۔

خانم سر پکڑ کر کرسی میں گر گئی اس کے چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ اس تذکرے سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچی ہے"۔فریدی نرم لہجے میں بولا۔

خانم نے ہاتھ اٹھا کر اسے جانے کا اشارہ کیا۔فریدی اس کے اس رویے پر متحیر رہ گیا۔کوئلے کے مجسموں کا نام سنتے ہی وہ چیخی تھی اور پھر بیحس وحرکت سی ہو کر کرسی میں گر گئی تھی۔

فرید چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔دونوں سنتری کمرے کے باہر موجود تھے۔وہ ان کے ساتھ بھی خاموشی ہی سے چلتا رہا خانم کا رویہ عجیب وغریب تھا اس نے شاید وہی رائفل طلب کی تھی۔لیکن کوئلے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے مجسمے کا تذکرہ آتے ہی اس طرح بدحواس ہوگئی۔

فریدی الجھن میں پڑ گیا۔

محل میں شور

1

حمید اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ بوڑھے کی بات فوراً ہی تسلیم کر لیتا۔اس نے مسکرا کر سینہ پیٹتے ہوئے آنکھ ماری اور دو تین عاشقانہ اشعار پڑھ دیئے۔

"میں تمہارا ہمدرد ہوں"۔بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے ہمدرد کا باپ ہوں۔ "آگے چلو"۔

"تم پاگل نہیں ہو"۔بوڑھا مسکرایا۔

"تم بھی پاگل نہیں ہو"۔حمید نے بھی اسی انداز میں مسکرا کر کہا۔

"اگر تم نے سیدھی طرح مجھ سے گفتگو نہیں کی تو بھگتو گے"؟۔

"اگر تم نے بھی مجھ سے گفتگو کی طرح سیدھی نہ کی تو۔۔۔بھگتو۔۔۔۔۔بھگتو۔۔۔۔بھگتو۔۔۔ارے بھگتو۔۔۔بھئی بھگتو۔۔۔۔بھگتو بھگتو گے"۔

"بھگتو بھگتو " کی گردان کرتا ہوا ناچنے بھی لگا تھا۔ویسے اس گھٹیا پن پر اس کا دل رو رہا تھا۔

"تو تم یوں نہیں مانو گے"؟۔

"پھر کیسے مانوں گا"؟۔حمید نے غرا کر سوال کیا۔

"ابھی بتاتا ہوں"۔

"جلدی بتاؤ۔۔۔۔جلدی بتاؤ۔۔۔اتنی دیر"۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم خطرناک پاگلوں میں سے نہیں ہو"۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم خطرناک پاگلوں میں سے نہیں ہو"۔حمید نے اسی انداز میں جواب دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"اچھا ٹھہرو"۔ بوڑھے نے کہا اور کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

حمید سخت الجھن میں تھا کہ وہ اسے جان سے نہیں مارنا چاہتے ورنہ اتنی دیر تک زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی مگر فریدی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے زندہ رکھنا بھی سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی۔

بہر حال اس نے تہیہ کر لیا کہ جب تک اوسان بجا رہیں گے ہر طرح ان کا مقابلہ کرتا رہے گا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا۔ لیکن اس بار حمید کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ آنے والی ایک لڑکی تھی اور یہ کہنا حماقت ہی ہوگی کہ وہ بہت خوبصورت تھی۔ دنیا کی ساری لڑکیاں خوبصورت ہی ہوتی ہیں۔ کم از کم حمید کی نظروں سے آج تک ایسی کوئی بدصورت نہیں گزری تھی۔

یہ واقعی امتحان کا وقت تھا۔ حمید بےحس و حرکت کھڑا رہا۔ پتھر کے بت کی طرح حتی کہ اس کی آنکھیں بھی متحرک نہیں تھی۔

لڑکی آہستہ آہستہ اس کے قریب آئی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "اب یہ قصہ ختم کر دیجئے۔ ہم آپ کو کسی طرح بھی ضائع نہ ہونے دیں گے"۔

"حمید کچھ نہ بولا۔ لیکن اب اس کی پلکیں جھپکنے لگی تھیں۔

"میں آپ سے استدعا کرتی ہوں۔ ویسے آپ شوق سے پاگل بنے رہئے گا۔ اسی میں آپ کی بہتری ہے لیکن میں اور ڈاکٹر زبیری آپ کے دوست ہیں ہم سنجیدگی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کیپٹن حمید ہیں اور کرنل فریدی ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگے"۔

فریدی نے ایک طویل سانس لی۔ اس کے ذہن پر سے گویا ایک بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا۔

"ان کا دعوی ہے"۔ لڑکی نے کہا۔ " کہ انہوں نے کرنل فریدی کو گولی ماردی ہے لیکن انہیں لاش نہیں مل سکی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بچ نکلے ہوں گے"۔

حمید اب بھی خاموش رہا۔

"آپ بولتے کیوں نہیں"؟۔

"میں آدمی نہیں ہوں"۔ حمید نے بھرائی ہوئی دردناک آواز میں کہا۔ "میں پرندہ ہوں۔ ننھا سا پرندہ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میری ماں مجھے گھونسلے میں چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔ دن بھر اڑتی رہتی تھی پھر شام کو واپس آتی۔ ہم کئی ننھے ننھے بچے گھونسلے سے سر نکالا کر اپنی چونچیں پھیلا دیتے اور کپکپاتے رہتے۔۔۔۔ چیختے رہتے۔ حتی کہ وہ ہمارا پیٹ بھر دیتی۔ میری ماں ملکہ کائنات ہے۔ پھر مجھے داڑھی والوں نے پکڑ لیاں۔ ماں۔۔۔۔ ملکہ کائنات۔۔۔۔ مجھے بچاو۔۔۔۔ مجھے بچالو"۔ فریدی دردناک آواز میں چیختا کراہتا رہا۔

لڑکی کے چہرے پر کچھ ایسے آثار نظر آنے لگے جیسے اسے بھی حمید کے پاگل ہونے پر یقین آ گیا ہو۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں مایوسی کے گہرے بادل دیکھے اور وہ سوچنے لگا۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی تنظیم کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوگئی ہو۔ ہوسکتا ہے بوڑھا انجنیئر بھی ان زیرزمین فضاوں میں سے تنگ آ گیا ہو اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اس بھیڑ میں سبھی خوشی سے کام کر رہے ہوں۔ بہتیرے ایسے بھی ہوں گے جنہیں زبردستی مجبور کیا گیا ہوگا۔

حمید نے پھر لڑکی کی طرف دیکھا۔ جواب خوف زدہ بھی نظر آنے لگی تھی اور آہستہ آہستہ دروازے کی طرف کھسک رہی تھی۔

" ٹھہرو، تم کیا کہنا چاہتی ہو"؟۔ حمید نے آہستہ سے کہا۔

لڑکی رک گئی۔

"صرف یہ کہ آپ پاگل نہیں ہیں"۔

"اچھی بات ہے۔ اب اخلاقاً مجھے بھی کہنا پڑے گا کہ تم بھی پاگل نہیں ہو"۔

لڑکی ہنس پڑی۔

"اب اخلاقاً مجھے بھی ہنسنا پڑے گا"۔ حمید نے کہا اور ہنسنے لگا۔ لڑکی اور زور سے ہنسی حمید کی ہنسی بھی اسی مناسب سے تیز ہوگئی۔ ٹھیک اسی وقت بوڑھا انجنیئر بھی کمرے میں داخل ہوا لیکن ان دونوں کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کر دروازے ہی پر ٹھٹک گیا۔

" کیا یہ حضرت اب بھی راہ پر نہیں آئے"؟۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اور حمید نے اپنی ہنسی میں بریک لگا دیا اور دوسرے ہی لمحے میں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے ہنسی تو الگ رہی وہ سالہا سال سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسکرایا بھی نہ ہو۔

" کیپٹن"۔ بوڑھے نے کہا۔ "یقین کرو۔۔۔۔تم دونوں دوست ہیں"۔

"یقین کرلوں"۔

"ہاں کیپٹن"۔

"اچھا،تو کرلیا یقین۔۔۔۔پھر"؟۔

لڑکی جو اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی بولی۔ "یہاں اس زیرزمین دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے"۔

"ہوسکتا ہے"۔

"ان کی خواہش ہے کہ وہ اس جنجال سے نکل جائیں"۔

"تو انہیں نکل جانا چاہئے"؟۔حمید نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یہ آسان کام تو نہیں ہے کیپٹن"۔لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ "اگر یہ ہمارے امکان میں ہوتا تو کبھی کے نکل گئے ہوتے"۔

"تو پھر مجھ سے ہمدردی کرنے کا کیا مقصد ہے۔کیا یہ میرے امکان میں ہے"؟۔

"ہے قطعی ہے"۔بوڑھا بولا۔ "تم یہ نہ سمجھو کہ تم یہاں مار ڈالے جانے کے لیے لائے گئے ہو۔اگر یہ بات ہوتی تو یہاں تک لانے کی ضرورت ہی نہیں تھی"۔

"پھر یہاں لانے کا کیا مقصد ہے"؟۔

"تم یہ بھی جانتے ہو کپتان کہ تم کن لوگوں میں ہو"؟۔

"میں جانتا ہوں"۔

"حالانکہ پہلے بھی تم لوگ ان لوگوں سے ٹکرا چکے ہو"؟۔

"اچھا"۔حمید نے حیرت کا اظہار کیا۔

" کیا یہ حقیقت ہے کہ تم نہیں سمجھ سکے"؟۔بوڑھے نے پوچھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حمید جواب نہیں دے پایا تھا کہ اچانک کمرے کے کسی گوشے سے ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز آئی اور بوڑھا یک بیک حمید پر ٹوٹ پڑا۔ پہلے اس نے دو چار مکے مارے اور پھر نیچے گرا دینے کی کوشش کرنے لگا۔ حمید اس اچانک حملے پر بوکھلا گیا۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ بوڑھا کمزور نہیں ہے۔

اب دونوں اچھی طرح ایک دوسرے سے لپٹ پڑے تھے اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

لڑکی چیخ رہی تھی۔

اچانک باہر سے کسی نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ لڑکی نے بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں دروازہ کھولا اور دو مسلح اندر گھس آئے۔

انہوں نے بمشکل دونوں کو الگ کیا۔

بوڑھا ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "لے جاؤ اسے تین نمبر میں رکھو۔۔۔۔ یہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔ انتہائی خطرناک۔

حمید بری طرح بوکھلایا ہوا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

2

فریدی کے سگار کیس میں آخری سگار رہ گیا تھا اس نے اسے بڑی حسرت سے دیکھا اور سگار کیس ایک طرف ڈال دیا۔ اس نے خانم کے محل میں ابھی تک کسی کو تمباکو پیتے نہیں دیکھا تھا۔ ایسی صورت میں اسے یقیناً تھوڑی بہت تکلیف اٹھانی پڑتی۔ وہ تھوڑی دیر تک کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر ایک آرام دہ کرسی میں گر گیا۔ اب وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر گلو خلاصی کی کیا صورت ہوگی۔ یہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔

خانم بڑی سفاک عورت معلوم ہوتی تھی اور اس کے آدمی چالاک تھے۔ پھرتیلے تھے۔ وہ عقاب کی سی آنکھیں رکھتے تھے۔ پچھلی رات ان کی مستعدی کا اندازہ کرنے ہی کے لیے فریدی نہیں سویا تھا۔ وہ بار بار اٹھ کر کھڑکی کے قریب آتا اور سنتریوں کو ٹہلتا ہوا پاتا۔ رات کو ان کی تعداد تین سے بڑھا کر دس کر دی گئی تھیں۔ نہ وہ آپس میں گفتگو کرتے اور نہ برآمدے سے ہٹ کر کہیں اور جاتے۔ اس سے فریدی نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندازہ کرلیا تھا کہ خانم ایک بہت اچھی منتظم ہے اور اس کے آدمی اس سے خائف بھی رہتے ہیں۔ ابھی تک فریدی کو یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔اس کی ہر ضرورت ایک اشارے پر پوری ہوجاتی۔

فریدی نے سوچا کہ اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ کراغالی بیرونی دنیا سے بھی کچھ تعلق رکھتے ہیں۔یا خود ہی اپنے کفیل ہیں۔سنی ہوئی باتیں اکثر غلط بھی ہوتی ہیں۔بہرحال سگار ہی کا مسلہ اس پر بھی روشنی ڈال سکتا تھا۔اگر اسے یہاں سگار دستیاب ہوجائیں تو یقینی طور پر یہ کہا جاسکے گا کہ کراغالی بیرونی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں"۔

وہ ابھی ابھی خانم سے مل کر واپس آیا تھا اور خانم کے رویئے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہتا تھا اس پر تو اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کا شکار وادی کراغالی سے زیادہ دور نہیں ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کراغال کے پہاڑوں میں بھی انہوں نے اپنے مسکن بنا رکھے ہوں۔اسے اس پر بھی یقین تھا کہ رام گڑھ کی پہاڑیوں سے یہاں تک وہ زیادہ دور نہ بہا ہوگا اگر کسی طرح یہاں سے رہائی کی صورت ممکن ہوتی تو وہ ندی پر چھان بین کرتا۔فریدی سوچتا رہا اور بے خیالی میں اکلوتا سگار سلگایا جس کے بعد اچھا تمبا کو نصیب ہونے کی توقع نہ تھی۔

اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاو"۔فریدی نے کہا۔

دوسرے لمحے میں خانم کا بوڑھا مشیر یوسف خان کمرے میں داخل ہوا۔اس کے تیور اچھے نہیں تھے۔

"میں تم سے کھلی ہوئی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔یوسف خان غرایا۔

"میں کھلی سے بھی زیادہ دیر کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔خان"۔فریدی نے لاپروائی سے سگار کا دھواں منتشر کرتے ہوئے کہا۔ " مگر دیکھو خان۔۔۔۔۔یہ میرا آخری سگار ہے اس کے بعد مجھے کافی پریشانی اٹھانی پڑے گی"۔

"منگوا دیا جائیگا"۔یوسف خان نے بے زاری سے کہا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"خیر ہاں تم کیا کہنا چاہتے ہو"؟۔

"تم نے خانم سے کیا کہا ہے"؟۔

" کچھ بھی نہیں۔ہم دونوں گفتگو کر رہے تھے۔دفعتا خانم نے چلے جانے کو کہا اور میں وجہ پوچھے بغیر چلا آیا۔اب تم ہی بتاو کہ انہوں نے مجھے اس طرح کیوں اٹھا دیا تھا۔کیا تم مجھے بتاو گے"؟۔

" کس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی"؟۔

"بس یہی میری موجودہ حالت کے متعلق۔خانم مجھے اب بھی اپنے کسی دشمن کا ایجنٹ سمجھتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اب میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔تم لوگ یقین کرو گے نہیں۔پھر میں اپنا وقت کیوں برباد کروں"۔

"ہم اگر یقین نہ کریں تو اس صورت میں کیا ہوگا۔۔۔۔جانتے ہو"؟۔یوسف خان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہاں آں۔۔۔۔ "فریدی نے لاپراوئی سے کہا۔ "اس صورت میں تم لوگ مجھے مار ڈالنے کی کوشش کرو گے"۔

" کوشش نہیں بلکہ مار ڈالیں گے"۔

"اسی طرح جیسے ایک حقیر سی چیونٹی کو مار ڈالتے ہو"؟۔فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"یقیناً اسی طرح"۔

"لیکن میں چیونٹی نہیں ہوں یوسف خان۔تمہارے دیس میں تنہا ہوں پھر بھی میں خود کو چیونٹی نہیں سمجھ سکتا"۔

"اچھا۔ہم یہ بھی دیکھ لیں گے"۔یوسف خان نے اپنے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

"آہا۔ٹھہرو"۔یوسف خان۔۔۔۔۔۔اب یاد آ گیا۔خانم گفتگو کرتے کرتے اچانک کچھ پریشان سی ہوگئی تھیں اور میں اس وقت کوئلے کے مجسموں کا تذکرہ کر رہا تھا"۔

" کوئلے کے مجسمے میں نہیں سمجھا"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"مطلب یہ کہ ایک ایسا مجسمہ جو ہو بہو تمہاری تصویر ہو لیکن وہ کوئلے کو تراش کر بنایا گیا ہو"۔

خان یوسف جھنجھلاہٹ کے باوجود بھی مسکرا پڑا۔ اور پھر بولا۔ "اب تم شاید یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے دماغ میں فتور ہے۔ مگر اس طرح تم اپنی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکو گے"۔

"میں سمجھتا ہوں کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے تمہیں اس چیز کا شبہ ہو سکے۔ میں نے تو وہ بات کہی تھی جس پر خانم پریشان ہو گئی تھی"۔

"بہر حال"۔ خان یوسف تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تمہیں صرف چوبیس گھنٹے اور دیئے جاتے ہیں اگر تم نے ہمیں اپنی اصلیت سے آگاہ نہ کیا تو چوبیس گھنٹے کے بعد کبھی نہ آگاہ کر سکوں گے"۔

"یعنی پچیسواں گھنٹہ پورا ہوتے ہی میں قبر میں ہوں گا"؟۔

"نہیں"۔ یوسف خان نے لاپروائی سے کہا۔ "خانم کے خونخوار کتے ہمیں قبر کھودنے کی مہلت سے بچا لیتے ہیں"۔

"اچھا"۔ فریدی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں سر ہلا کر کہا لیکن کتوں کی غذا بنانے سے پہلے مجھے ابالنا مت بھولنا ورنہ ان کا ہاضمہ خراب ہو جائیگا۔ میں اسی قسم کا آدمی ہوں"۔

"مجھ سے کام کی بات کرو"؟۔ یوسف خان جھلا گیا۔

"کیا میں نے ابھی تک تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیا"؟۔ فریدی نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہمیں اس کے علاوہ اور کسی بات سے سروکار نہیں ہے کہ تم یہاں کیوں کر آئے ہو"؟۔

"اللہ کی مرضی۔ اپنے پیروں سے چل کر تو آیا نہیں"۔

"یہ ایک بڑا اچھا بہانہ ہے"۔ خان یوسف نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "مگر اب بہت پرانا ہو چکا ہے۔ جب تمہارے دیس پر سفید کتوں کی حکومت تھی اس وقت بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ سفید کتوں کا ایک غلام ہماری جاوسی کی غرض سے یہاں آ گھسا تھا اس کے جسم پر سینکڑوں زخم تھے اور وہ جاں بلب ہو رہا تھا۔ ہم ترس کھا کر اسے اٹھا لائے اور اس نے ہوش میں آنے کے بعد بتایا کہ اسے دور کے پہاڑوں میں بھیڑیوں کے ایک جھنڈ نے گھیر لیا تھا۔ ہم نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا۔ اس کی تیمارداری کرتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہے۔اس کے آرام وآرائش کا خیال رکھا۔مگراس کتے کی حقیقت بعد میں ظاہر ہوئی۔وہ سفید فاموں کا جاسوس تھا۔کراغال میں بغاوت کرانا چاہتا تھا۔ہم کو تباہی کی طرف لے جانا چاہتا تھا۔جس دسترخوان پر اس کا پیٹ بھرا جاتا تھا اس پر اس نے غلاظت پھیلانے کی کوشش کی۔۔۔۔اب تم آئے ہو"۔

"پھر تم نے اسے کیا سزا دی تھی"؟۔فریدی نے پوچھا۔

"خانم کے خونخوار کتے اگر زبان رکھتے ہوتے تو تمہیں بتاتے"۔

"اچھی بات ہے اگر تم مجھے کراغال کے لیے خطرہ سمجھتے ہو تو ان خونخوار کتوں کے لیے ایک مثال اور قائم کردو۔مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

"زبانی طراریاں بھول جاوگے"۔یوسف خان غرایا۔ "میں تمہیں صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں"۔

وہ اٹھا اور پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔فریدی نے بجھا ہوا سگار دوبارہ سلگایا۔دو تین گہرے گہرے کش لیے اور آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا۔اس کے بائیں بازو کا زخم دکھ رہا تھا۔

اچانک اس نے شور کی آواز سنی۔محل ہی کے کسی گوشے میں شور ہو رہا تھا۔کمرے میں ٹہلنے والے سنتری سنبھل کر کھڑے ہوگئے لیکن اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔شور کچھ اسی قسم کا تھا کہ سنتریوں کو دریافت حال کے لیے دوڑنا چاہئے تھا۔لیکن شاید وہ اپنا فرض بجالانے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے تھے۔شور دم بدم بڑھتا ہی جارہا تھا۔ایسا معلوم ہو رہا تھا۔جیسے وہ آہستہ آہستہ پورے محل میں پھیلتا جارہا ہو۔

برج میں ہنگامہ

1

حمید اب سچ مچ پاگل ہوجانے کے "موڈ" میں تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ جو بھی سامنے پڑ جائے اس کے ٹکڑے اڑا دے۔وہ تو یہ سمجھتا تھا کہ اس زیرزمین دنیا کے دو افراد اس کے ہمدرد ہوگئے لیکن شاید یہ بھی انکی چال تھی۔مقصد جو کچھ بھی رہا ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے اب ایک کٹہرے میں بند کر دیا گیا تھا۔کٹہرا بالکل ویسا ہی تھا جیسے چڑیا گھروں میں خونخوار جانوروں کو رکھنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔اس پر اسے اور زیادہ غصہ آیا یہ جگہ کچھ نیم تاریک سی تھی اس لیے حمید سمجھا کہ شاید وہ یہاں تنہا ہی ہوگا لیکن تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوگئیں تو اس نے محسوس کیا کہ وہ وہاں تنہا نہیں ہے یہاں ویسے ہی درجنوں کٹہرے تھے اور شاید ان میں آدمی ہی بند تھے۔ کچھ دیر بعد رہا سہا شبہ بھی زائل ہوگیا۔ان کٹہروں میں آدمی ہی تھے۔یک بیک اندھیرے میں چیخ لہرائی اور کسی کٹہرے ہی سے کوئی آدمی حلق پھاڑنے لگا۔ "ملکہ کائنات کی ایسی کی تیسی۔۔۔۔۔سب فراڈ ہے۔۔۔۔تم سب فراڈ ہو۔۔۔۔میرے بیٹے۔۔۔۔۔میرے بیٹے"۔

پھر وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا اور تھوڑی دیر بعد پھر وہی پہلے کا سا سکوت طاری ہوگیا۔حمید سخت الجھن میں تھا۔ "اتنے بڑے مجرم آج تک اس کی نظروں سے نہیں گزرے تھے کبھی کبھی وہ یہ بھی سوچنے لگتا کہ کہیں یہ سب ایک طویل اور مسلسل خواب تو نہیں ہے خواب مگر خواب میں بھی اسے مجرموں کے وجود پر یقین نہ آتا۔

وہ رات بھر مختلف قسم کی چیخیں سنتا رہا۔لیکن بہر حال نیند ٹھہری۔پھانسی کے تختے پر بھی آجاتی ہے۔دوسری صبح جب وہ جاگا تو نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ابھی ابھی پیدا ہوا ہو۔اسے اپنے گردوپیش کی ہر چیز بالکل نئی اور عجیب محسوس ہو رہی تھی۔حالانکہ اب بھی وہ اسی کٹہرے میں تھا۔جس میں پچھلی رات بند کیا گیا تھا۔اب اس وقت اسے سارے کٹہرے نظر آرہے تھے۔ان میں آدمی ہی تھے۔مرد اور عورتیں۔ان کی حالت تباہ تھی۔اور آنکھوں سے ایسی وحشت جھلکتی تھی جیسے وہ سچ مچ جانور ہی ہوں۔ ایک کٹہرے میں حمید کو ایک جانور بھی نظر آیا یہ گدھا تھا اس کی موجودگی حمید کی سمجھ میں نہ آسکی۔ویسے تو کچھ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ سب ذہنی فتور ہی میں مبتلا ہیں۔مگر گدھا کیوں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟۔

اچانک بچوں کی ایک فوج وہاں گھس آئی۔وہ سب دس گیارہ سال سے زیادہ کے نہ رہے ہوں گے۔ان کے جسموں پر سیاہ قمیضیں اور سفید ہاف پینٹ تھے۔ایک آدمی بھی ان کے ساتھ تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان بچوں نے اپنے ہاتھوں میں ننھی ننھی جھابیاں لٹکا رکھی تھیں جن میں پھل تھے۔

"یہ کون ہے، یہ کون ہے"؟۔بچوں نے حمید کے کٹہرے کے سامنے رک کر شور مچایا۔

"یہ"۔ان کے ساتھ کے آدمی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کرتے ہوئے کہا۔ "نیا آدمی آیا ہے"۔

"اس کا کیا نام ہے"؟۔بچوں نے پوچھا۔

" کیپٹن حمید"۔آدمی نے گدھے کے کٹہرے کی طرف اشارہ کر کے۔ "یہ بھی اسی کی ترقی یافتہ نسل سے ہے۔اب تم بتاو کہ ترقی کسے کہتے ہیں۔۔۔۔۔اے۔۔۔۔تم بتاو"؟۔

جس لڑکے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس نے کہا۔ "یہ ایک لفظ ہے جس کے معنی ہے دھوکا۔ترقی یافتہ گدھا اسے کہتے ہیں جو اصل مقصد کو تاریکی میں رکھ کر دیدہ دانست اس کی غلط دلیلیں پیش کرے"۔

"ٹھیک۔اس نسل کے گدھوں کے متعلق تم کیا جانتے ہو"؟۔

"ان کا طرز حکومت جمہوری کہلاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مغز چند آدمیوں کے حصے میں آئے اور ہڈیاں عوام کے آگے ڈال دی جائیں۔یہ اپنے مسائل طاقت ہی سے حاصل کرتے ہیں مگر اسے اشتراک باہمی کا نام دیتے ہیں۔اس کے حاکم خود کو عوام کا نمائندہ کہتے ہیں۔عوام ہی انہیں حکومت کے لیے منتخب کرتے ہیں۔لیکن یہ ان کی مالی قوت ہی ہوتی ہے۔جو انہیں اقتدار کی کرسی پر پہنچاتی ہے لیکن وہ اسے عوام کی قوت اور رائے عامہ کہتے ہیں۔حالانکہ رائے عامہ مالی قوت ہی سے خریدی جاتی ہے۔انہیں منتخب ہونے کے لیے اپنے مخالفوں کے خلاف بڑے بڑے محاذ قائم کرنے پڑتے ہیں۔ایک خطرناک قسم کی جدوجہد شروع ہوتی ہے۔اور اس جنگ کو "رائے عامہ ہموار کرنا " کہا جاتا ہے۔اس میں بھی طاقت ہی کارفرما ہوتی ہے۔آخر ایک آدمی مخالفوں کو کچلتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔

"صاحبزادے"۔دفعتا حمید نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔ " کیا تم اپنی پیدائش کے حادثے پر بھی روشنی ڈال سکو گے۔تم بڑے حقیقت پسند ہو۔مجھے اس کے متعلق بھی بتاو"؟۔

لڑکا خاموش ہو کر اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا جس نے سوالات کئے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حمید کا سوال اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا ہو۔اس آدمی نے حمید کی طرف مسکرا کر دیکھا اور حمید کو یاد آ گیا کہ وہ تو پاگل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھا۔ممکن ہے۔یہ چال بھی اس کے امتحان ہی کے لیے چلی گئی ہو۔یک بیک اس نے کٹہرے کی دو سلاخوں کو مضبوطی سے پکڑ کر آگے کی طرف جھکتے ہوئے کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دیا۔

لڑکے تالیاں بجا بجا کر ہنسنے لگے۔انہوں نے پھلوں سے اس پر نشانے لگائے اور کٹہرے میں کافی پھل اکٹھا ہو گئے۔حمید رات سے بھوکا تھا لیکن اس نے ان میں ہاتھ بھی نہیں لگایا۔دوسرے کٹہروں سے شور ہونے لگا۔ "ادھر آو۔۔۔۔ادھر آو"۔

شاید وہ لوگ بھی بھوکے تھے اور انہیں اسی طرح کھانے کو کچھ مل جاتا تھا۔

بچوں نے دوسرے کٹہروں میں بھی پھل پھینکنے شروع کر دیئے اور وہ لوگ سچ مچ جانوروں ہی کی طرح پھلوں پر ٹوٹ پڑے۔بندروں ہی کی طرح جلدی جلدی انہیں کچلتے ہوئے حلق سے اتارنے لگے۔

اسی شور میں گدھے نے بھی رینگنا شروع کر دیا۔کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔حمید کا دل ان آدمیوں کے لیے درد سے بھر گیا۔جو کٹہروں میں مقید جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔وہ گم سم کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔شور آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

بچوں کی فوج تھوڑی دیر بعد وہاں سے چلی گئی اب وہاں پھر سناٹے کی حکمرانی تھی۔وہ لوگ سچ مچ جانور ہی معلوم ہوتے تھے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور یا تو منہ پھیر لیتے یا سر کھجانے لگتے۔ان کی آنکھوں میں اداسی تھی اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے سخت بیزار معلوم ہوتے تھے۔

حمید کے سامنے والے کٹہرے میں ایک معمولی شکل وصورت والی لڑکی تھی۔اس نے اوروں کی طرح پھل نہیں کھائے تھے۔گھٹنوں میں سر دیئے ایک طرف بیٹھی تھی۔وہ کٹہرا حمید کے کٹہرے سے بہت قریب تھا۔

اس لیے حمید نے سوچا کہ اس لڑکی سے گفتگو کا آغاز کیا جائے۔وہ یہ جاننے کے لیے بیچین تھا کہ انہیں کٹہروں میں کیوں رکھا گیا ہے۔

بڑی دیر بعد وہ اس لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا۔اس کی آنکھوں میں ایک کرب انگیز بیچینی تھی۔

"یہ لوگ اور تم ان کٹہروں میں کیوں ہو"؟۔حمید نے پوچھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"یہی سوال آپ سے بھی کیا جا سکتا ہے"؟۔

"اوہ میں"۔حمید نے جلدی سے کہا۔ "مجھے ابھی نہیں معلوم ہو سکا کہ انہوں نے مجھے پکڑا کیوں ہے۔تم شاید زیادہ دنوں سے یہاں ہو"؟۔

"جی ہاں۔میں بہت دنوں سے ہوں"۔

"پھر تم مجھے یہ تو بتا ہی سکو گی"؟۔

"میں نہیں جانتی کہ میرا کیا قصور ہے۔ویسے انہوں نے مجھے پر پاگل ہو جانے کی تہمت رکھ کر یہاں بند کر رکھا ہے"۔

" پکڑا کیوں تھا"؟۔

"میں نہیں جانتی۔میں ایک ریڈیو سنگر ہوں۔گانے نشر کرنا میرا ذریعہ معاش تھا۔یہ لوگ مجھے پکڑ لائے۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا گیا کہ ہمیں ایک گانے والی کی ضرورت ہے۔میں نے اس پر احتجاج کیا تو مجھے پاگل قرار دے دیا گیا۔اب تاوقتیکہ میں اس کا اعتراف نہ کرلوں کہ میرے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔مجھے اس کٹہرے میں بند رہنا پڑے گا۔مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کیا انصاف ہے۔مجھے بیکراں نیلے آسمان کی خوشگوار چھاوں سے محروم کر دیا گیا۔میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔مجھ سے کہتے ہیں کہ میں خود ہی منطقی استدلال سے یہ ثابت کر دوں کہ انہوں نے وہی کیا ہے، جو حقیقتا ہونا چاہئے اور یہ بے انصافی نہیں ہے۔کیا یہ لوگ صحیح الدماغ ہیں"۔

"تم تسلیم کرلو جو کچھ کہتے ہیں"۔

"ہرگز نہیں کروں گی۔خواہ یہیں سسک سسک کر مر جاوں"۔

حمید مغموم انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔آہستہ آہستہ اس خطرناک گروہ کی اصلیت کو پہنچ رہا تھا۔

2

فریدی نے پہرہ داروں سے پوچھا لیکن انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔اس نے ان سے کہا کہ وہ معلوم کریں۔مگر وہ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں۔پھر فریدی ان کی فرض شناسی پر حیران رہ گیا وہ سوچنے لگا کہ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قبائل انکے دیس میں نیم وحشی سمجھے جاتے ہیں مگر ان کے اندر نظم وضبط کی جتنی صلاحیت ہے شاید ہی کسی مذہب قوم میں ہو۔

اچانک اس کی نظر یوسف خان پر پڑی جو سراسیمگی کے عالم میں ایک طرف دوڑا جا رہا تھا۔فریدی نے اسے روکنا چاہا لیکن اس نے رک کر صرف اتنا کہا۔ "تمہارے ساتھ انصاف کیا جائے گا"۔

پھر وہ چلا گیا۔مسلح کراغالی محل کی چھتوں پر چھڑھ رہے تھے۔دفعتا گولیاں چلنے لگیں۔فریدی بیچین ہو گیا۔ ایسے حالات میں نچلا بیٹھنا اس کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔

پھر اس نے دو کنیزوں کی گفتگو سے اندازہ کیا کہ کسی دشمن قبیلے نے حملہ کیا ہے۔

" کیا تم لوگ مجھے خانم تک نہیں پہنچا سکتے"۔اس نے پہرہ داروں سے کہا۔

"بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کمرے میں واپس چلو"۔پہرہ داروں کا انچارج بولا۔

"ورنہ خان یوسف بری طرح پیش آئیں گے"۔

پھر یک بیک خان یوسف ہی نظر آ گیا۔اس کے ساتھ دو مسلح سپاہی تھے۔اس نے آتے ہی فریدی کا ہاتھ پکڑ لیا اور سپاہیوں کو گرج کر کہا۔ "لے چلو"۔

" کیوں کیا گود میں اٹھا کر لے چلنے کا ارادہ ہے"۔فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں"۔خان یوسف کے منہ سے بے اختیارانہ طور پر نکل گیا۔

"تو چلو، میں چل رہا ہوں۔تم خواہ مخواہ بدحواس ہو جاتے ہو۔میری نیت صاف ہے۔اس لیے میں تم لوگوں سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں"۔

وہ ان کے ساتھ چلنے لگا۔تھوڑی دیر بعد وہ اوپری منزل پر جانے کے لیے زینے طے کر رہے تھے۔اوپر پہنچ کر انہیں پھر زینے طے کرنے پڑے وہ ایک کشادہ برج تھا اوپر پہنچ کر فریدی نے خانم کو دیکھا جو ایک سوراخ میں فائر کر رہی تھی۔اس کے ساتھ پانچ آدمی اور بھی تھے۔

فریدی کو دیکھ کر اس نے رائفل رکھ دی اور قہر آلود نظروں سے گھور کر بولی۔

"اب مجھے دیکھنا ہے کہ تم کس طرح ان لوگوں کی مدد کرتے ہوں"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"میں۔۔۔۔شاید مرتے دم تک آپ کی غلط فہمی نہ رفع کر سکوں"۔

"یوسف خان"۔خانم نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "چار آدمیوں سے کہو کہ اسے جھکولے دے کر حملہ آوروں کی طرف اچھال دیں۔

"چار کیا شاید دس آدمیوں سے بھی یہ نہ ہو سکے"۔فریدی غرایا۔ "آپ خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہی ہیں"۔

فریدی کی بیبا کی خانم اور اسکے مشیر خان یوسف کو بہت گراں گزرتی تھی۔خان یوسف نے پاس کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں کی طرف دیکھا اور وہ فریدی کی طرف بڑھے۔

"اچھا اب جو کچھ بھی ہوگا اس کی ذمہ داری خود تم لوگوں پر ہوگی"۔فریدی اپنی جگہ سے ہٹے بغیر بولا اور جیسے ہی وہ دونوں آدمی اس کے قریب پہنچے اس نے بڑی پھرتی سے ان کے ہولسٹرں پر ہاتھ ڈال دیئے۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ خود وہی دونوں کچھ نہ سمجھ سکے۔ویسے وہ اب زینوں کے قریب پڑے تھے اور ان کے ریوالور فریدی کے دونوں ہاتھوں میں تھے جن میں سے ایک کا رخ خانم کی طرف تھا اور دوسرے کا خود ان دونوں کی طرف۔

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں"۔فریدی نے گرج کر کہا۔ "اپنی رائفلیں چھوڑ کر ہٹ آو۔ورنہ میں خانم کو گولی ماردوں گا۔نہیں خان یوسف تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔اگر میں تم لوگوں کا دشمن ہوں تو سمجھ لو کہ تمہاری شکست ہوگئی"۔

برج میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔پانچوں آدمی رائفلیں چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

"خانم کیا آپ اب بھی زندگی کی توقع رکھتی ہیں"؟۔فریدی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

خانم کچھ نہ بولی۔وہ بھی رائفل چھوڑ کر ہٹ آئی تھی۔

دفعتاً فریدی نے دونوں ریوالورز مین پر ڈال دیئے اور مسکراتا ہوا بولا۔

"اب اپنا کام جاری رکھئے اور اگر آپ ایک بیگناہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا ہی چاہتی ہیں تو انہیں حکم دیجئے۔میرا جسم چھلنی کر دیں"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان میں سے ہر ایک بت بنا کھڑا رہا۔ نیچے خانم کے آدمیوں نے مورچہ سنبھال رکھا تھا۔ برابر گولیاں چل رہی تھیں۔

"وقت نہ برباد کیجئے"۔ فریدی نے رائفلوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ پانچوں پھر اپنی جگہ واپس آ کر فائر کرنے لگے۔ دشمن سامنے والی چٹانوں کی اوٹ سے فائر کر رہے تھے۔ لیکن شاید ان میں بھی پیشقدمی کی ہمت نہیں تھی۔

"مجھے افسوس ہے مہمان"۔ خانم آہستہ بڑبڑائی۔ اس کی آنکھوں میں خجالت تھی اور چہرے پر پسینے کی بوندیں چوٹ آئی تھیں۔ خان یوسف اس طرح منہ پھاڑے کھڑا تھا جیسے جسم سے جان نکلتے وقت منہ بند کرنے کی بھی مہلت نہ ملی ہو۔

"تمہارے ذخیرے میں دستی بم نہیں ہیں"؟۔ فریدی نے اس سے پوچھا۔

"نہیں"۔ خان یوسف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بارود ہے۔۔۔۔ صرف چار تھیلے۔۔۔ میں انہیں ابھی پسپا کئے دیتا ہوں"؟۔

"بارود سے کیا ہوگا"؟۔ خان یوسف نے پوچھا۔

"بس دیکھتے جاو کہ کیا ہوتا ہے"۔ فریدی نے کہا۔

خان یوسف نے ان دونوں سے بارود کے چار تھیلوں کے لیے کہا اور وہ زینے طے کرتے ہوئے نیچے چلے گئے۔

"ذرا آپ ایک کارتوس دیجئے"۔ فریدی خانم سے بولا۔

خانم نے اپنی پیٹی سے ایک کارتوس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

نہ جانے کیوں وہ اب فریدی سے آنکھیں نہیں ملا رہی تھی۔

فریدی نے کارتوس لے کر دیکھا اور پھر اسے واپس کرتا ہوا بولا۔ "نہیں۔۔۔۔ یہ کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔ وہ دیکھئے جب میں آپ کو بیہوش ملا ہوں گا۔ اسی وقت میرے جسم پر کارتوسوں کی دو پیٹیاں رہی ہوں گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"تھیں شاید"۔خان یوسف بولا۔

"ان میں سے مجھے صرف کارتوس منگوادو"۔

"ان کے لیے شاید مجھے ہی جانا پڑے گا"۔

"تو پھر دیر نہ کرو خان۔میرا خیال ہے کہ اب وہ لوگ پیشدقمی پر آمدہ ہیں"۔

"تم کیا جانو"؟۔خانم مڑ کر بولی۔ "تم تو وہاں کھڑے ہو"؟۔

"میرا تجربہ ہے۔آپ کے آدمی سست پڑ رہے ہیں۔ادھر وہی زور وشور ہے"۔

پھر اس نے یوسف خان سے دوبارہ کہا۔ "جلدی کرو"۔

یوسف خان نیچے چلا گیا۔خانم پھر مڑ کر فائر کرنے لگی۔اس کے پانچوں آدمی برابر فائر کئے جا رہے تھے۔

"بارود کا کیا کرو گے تم"؟۔خانم نے پھر مڑ کر کہا۔

"آ جانے دیجئے۔آپ خود دیکھ لیں گی۔ویسے کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق آپ نے مجھے بتایا تھا"۔

"نہیں۔۔۔۔۔یہ ہمارے خراج گزار تھے۔باغی ہو گئے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ خان کی عدم موجودگی میں خانم کو زیر کر لیں گے۔حالانکہ ہر کراغالی خان ہی کی طرح دلیر ہے"۔

"انہوں نے پیشقدمی کی ہے۔چڑھ کر آئے ہیں اس لیے انہیں ضرور سزا ملنی چاہئے"۔

اتنے میں وہ دونوں واپس آ گئے اور ان کے ساتھ بارود کے چار بڑے بڑے تھیلے تھے۔فریدی نے بارود ٹسٹ کی اور سر ہلا کر بولا۔

"ان تھیلوں کو نیچے والی چھت پر لے چلو۔اب تک خان یوسف واپس نہیں آئے۔ایک سیٹی بھی چاہئے خانم"۔

خانم حیرت سے یہ سب کچھ دیکھتی رہی تھی۔اس نے کہا۔ "بگل مل سکے گا۔میرے سپاہیوں کے پاس سیٹی نہیں ہوتی"۔

"خیر بگل ہی سہی"۔

خانم کی آنکھوں میں پھر بے یقینی جھانکنے لگی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے شعلے کا شکار

اس لڑکی کی گفتگو پر حمید کو بیساختہ کنور شمشاد یاد آ گیا۔ جس نے کہا تھا کہ اس کے مرجانے سے تنظیم نہیں مر سکتی۔ اس کے مرنے پر کوئی دوسرا اس کی جگہ لے لے گا۔ یقیناً یہ وہی لوگ ہیں اور اب ان پر کوئی عورت حکومت کر رہی تھی اور یہ اس سے واقف نہیں ہیں۔

دربار میں اس کی آواز یقینی طور پر کوئی مشینی کارنامہ تھا۔ کنور شمشاد نے بھی اپنے مکان میں بیٹھے ہی بیٹھے فریدی کو نہ جانے کہاں کہاں سیر کرائی تھی۔ تو وہ "طاقت" تھی۔ "طاقت" کو "ملکہ کائنات" کہنا بڑا فلسفیانہ خیال ہے۔ شاید یہ عورت کنور شمشاد سے بھی زیادہ چالاک ہے۔ نہ صرف چالاک بلکہ مغرور بھی کیونکہ اس نے دربار میں نہ تو اسے مخاطب کیا تھا اور نہ اس کے متعلق کسی سے کچھ پوچھا۔ گویا اس کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ جب اہمیت نہیں تھی تو پھر انہیں پکڑنے کی کوشش کیوں کی گئی تھی۔

حمید سوچتا رہا۔ سامنے والے کٹہرے کی لڑکی اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی اس نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں اور یہاں کیوں لائے گئے ہیں"؟۔

"میں ایک مصور ہوں۔ ان کے ایک آدمی نے مجھ سے اپنی تصویر بنوانی تھی۔ جب تصویر مکمل ہوگئی تو مجھ سے کہا گیا کہ اس میں ایک دم لگا دو۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا۔ اب جو آنکھ کھلی تو یہاں کھلی۔ مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ دم کی فرمائش پر میں ہنسا کیوں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا وہ ایک مضحکہ خیز فرمائش نہیں تھی۔ اس پر یہ لوگ خفا ہوتے ہیں مجھ سے کہتے ہیں کہ میں ہی ثابت کروں کہ وہ ایک مضحکہ خیز فرمائش نہیں تھی"۔

لڑکی حیرت سے منہ کھلے سنتی رہی پھر بولی۔ "کیا یہ پاگلوں کا گروہ ہے"؟۔

"تم نے اس بچے کی گفتگو سنی تھی"؟۔

"سنی تھی۔ میرا خیال ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی بھی روانی سے ایسے موضوع پر نہیں بول سکتا"۔

"پھر بھی تم انہیں پاگل سمجھتی ہو"؟۔

"خدا جانے کیا جنجال ہے"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

" کچھ بھی ہو لیکن اس جنجال سے نکلنا چاہئے "۔

" کیسے نکل سکیں گے "؟۔لڑکی مایوسانہ انساز میں بولی۔

" تم کچھ کر سکتی ہو۔۔۔۔بہت کچھ "۔

" میں کیا کر سکتی ہوں۔۔۔۔بتایئے "؟۔

" صبح جو آدمی آیا تھا۔غالبا اس کی پیٹی سے لٹکا ہوا لچھا انہیں کنجیوں کا تھا "۔

" ہاں تو پھر "؟۔

" تم اسے کسی طرح۔۔۔۔"

" نہیں جناب "۔وہ جلدی سے بول پڑی۔ " یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا میں اس کٹہرے میں مرجانا پسند کروں گی "۔

حمید کچھ نہ بولا۔اس سلسلے میں اب اور کچھ کہنا بیکار رہی تھا۔ویسے بھی وہ تجویز فضول ہی تھی اگر وہ کٹہرے سے نکل بھی جاتا تب بھی کیا ہوتا۔یہ ضروری نہیں تھا کہ بیرونی دنیا تک اس کی رسائی ہو ہی جاتی۔

لڑکی اس کی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔یہاں پھر سناٹا ہو گیا تھا کبھی کبھی کسی کے چھینکنے یا کھانسنے کی آواز آتی اور پھر وہی پہلے کا سا سکوت طاری ہو جاتا۔یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کرتے تھے ۔کم از کم حمید نے تو کسی کو بھی کسی دوسرے کو مخاطب کرتے نہیں دیکھا تھا۔

حمید بھی تھوڑی دیر بعد اونگھنے لگا۔اس کے قریب بہت سے پھل پڑے ہوئے تھے لیکن اس نے انہیں چھوا بھی نہیں۔بھوک بہت شدت سے لگی ہوئی تھی لیکن کچھ کھانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔وہ اونگھتا رہا اور اسی دوران میں وہاں تین آدمی آئے ایک حمید کے کٹہرے کا قفل کھولنے لگا۔وہ چونک پڑا اور ان آدمیوں کو دیکھتے ہی اسے یاد آ گیا کہ وہ پاگل ہے۔

" ڈرائیور سے کہو گیراج سے کار نکالے "۔اس نے اس آدمی سے کہا۔ " جو کٹہرے کا قفل کھول رہا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔دوسرے آدمی نے حمید سے کہا۔

" باہر نکلو "۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"میں اڑ جاوں گا"۔حمید نے جواب دیا۔وہ پیچھے کی طرف کھسک گیا۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کٹہرے سے نکلنے پر آمادہ نہ ہو۔

"باہر نکلو ورنہ ہم تمہیں بجلی کے ہنٹر سے مار دیں گے"۔

"نہیں بھائی صاحب۔ایسا نہ کرنا۔میں ایڈورڈ ہشتم نہیں ہوں"۔

"تم ملکہ وکٹوریہ ہو مگر باہر نکل آو"۔

"میں ملکہ کائنات کا سالا ہوں۔باہر نہیں نکلوں گا ورنہ تم لوگ مجھے ذبح کر کے کھا جاو گے۔ہرگز نہیں نکلوں گا"۔

انہوں نے اسے کھینچ کر باہر نکال لیا۔اور وہاں سے نکل کر ایک طرف چل پڑے۔

حمید کو ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آسمان کے نیچے چل رہا ہو کیونکہ راستے میں پھیلی ہوئی روشنی دھوپ سے بہت مشابہ تھی۔ویسے یہ اور بات ہے کہ وہاں کے آسمان کی اونچائی فرش سے زائد از زائد بیس فٹ رہی ہو۔

یہ تھی تو ٹیوب ہی کی روشنی لیکن اس میں دھوپ کی سی قابل برداشت تمازت بھی تھی۔وہ چلتے رہے حتی کہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔شاید یہ ڈسپنسری تھی کیونکہ یہاں چاروں طرف الماریوں پر دواوں کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔

یہاں حمید کو ایک انجکشن دیا گیا اور وہ لوگ اسے ساتھ لے کر پھر چل پڑے۔حمید کو اس عظیم الشان تہہ خانے پر حیرت ہو رہی تھی۔پتہ نہیں اس میں کتنا پھیلا وتھا۔حمید اندازہ نہ کر سکا۔کئی جگہ اب بھی پتھر تراشنے کا کام ہو رہا تھا۔اس نے کئی نامکمل کمرے بھی دیکھے تھے۔لیکن طریقہ کار بھی انوکھا اور کم وقت لینے والا تھا۔ایک عجیب وغریب مشین جو پتھر کو اس طرح تراشتی چلی جاتی جیسے موم کے ڈھیر سے تا گزرتا چلا جائے۔اس کی شکل زمین کھودنے اور برابر کرنے والی آہنی گاڑی کی سی تھی لیکن اس میں لگا ہوا طویل اور دھاردار پھل انگارے کی طرح دہک رہا تھا۔جب وہ پتھر پر لگتا تو آگ کی سرخی سفیدی میں تبدیل ہو جاتی اور پھر وہ پتھر میں دھنستا چلا جاتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حمید کو پھر اسی تجربہ گاہ میں لایا گیا جہاں اس کی ذہنی حالت کی جانچ پڑتال ہوئی تھی۔ وہاں اسے وہ بوڑھا انجینئر بھی نظر آیا جس نے اس کے ساتھ عجیب وغریب برتاو کیا تھا۔

" کیوں کیا حال ہے"؟۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ جواب میں حمید نے اسے منہ چڑھا دیا۔ اب تو اس کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا تھا کہ اپنا پاگل پن کس طرح برقرار رکھے۔ بھوک نے اس کا دماغ ٹھکانے کر دیا تھا۔

" ٹھیک ہے"۔ بوڑھے نے دوسرے آدمیوں سے کہا جو اپنے کام چھوڑ کر حمید کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ " کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کب تک ٹھیک ہو سکے گا یا پھر اب اگر یہ کسی ایسے واقعے سے دوچار ہو جو پچھلے واقعات سے زیادہ تکلیف دہ اور حیرت انگیز ہو تب ممکن ہے کہ اس کی پچھلی ذہنی حالت واپس آ جائے۔

اس کے بعد ایک بار پھر حمید کو مشینی امتحانات سے گزرنا پڑا وہ اور بوڑھا مشینوں والے کمرے میں تنہا تھے۔ بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ "تم نے بہت اچھا کیا کہ پاگل پن برقرار رکھا۔ پچھلی رات ایک مجبوری تھی جو پھر کبھی بتاوں گا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ تمہیں کم سے کم تکلیف ہو۔ لیکن پاگل پن میں اعتدال ضروری ہے۔ مار پیٹ وغیرہ سے بچنا ورنہ ہو سکتا ہے کہ پھر اسی کٹہرے میں بھیج دیئے جاو گے"۔

"اور اگر اس دوران میں سچ مچ پاگل ہو گیا تو"؟۔

" نہیں تم اتنے کمزور دماغ کے نہیں ہو"۔ بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔

"آخر تم مجھ پر مہربان کیوں ہو گئے ہو"؟۔

"میں اس تنظیم کو آگے بڑھتے نہیں دیکھ سکتا"۔

"پھر اس کے لیے کام کیوں کر رہے ہو"؟۔

" مجبوری۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔ پھر بتاوں گا اطمینان سے۔ اچھا بس"۔

وہ اسے ساتھ لے جا کر تجربہ گاہ میں واپس آ گیا اور ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر ان آدمیوں میں سے ایک کو دیا، جو حمید کو یہاں لائے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ پھر باہر نکل کر ایک طرف چلنے لگے۔

بہر حال حمید کو دوبارہ کٹہرے میں نہیں لے جایا گیا۔اس بار اسے ایک ایسا کمرہ ملا جس کی ایک دیوار میں جیل کے کمرے کی سی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔وہاں ایک مسہری ایک میز اور ایک کرسی تھی۔کمرے سے ملا ہوا ایک غسل خانہ تھا۔حمید مسہری پر گر گیا اور اس طرح گھوڑے بیچ کر سویا کہ جیسے کئی راتوں سے سونا نصیب نہ ہوا تھا۔

پھر اس کی آنکھ شاید کسی کے جاگنے پر کھلی۔وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔اسے سامنے وہی لڑکی نظر آئی جس سے بوڑھے کے کمرے میں ملاقات ہوئی تھی۔اس نے چائے کی بو محسوس کی۔بھوک نے اس کی قوت شامہ کو چمکا دیا تھا۔میز پر ناشتے کی کشتی رکھی ہوئی دکھائی دی۔حمید زبردستی مسکرایا اور پھر بڑے سعادتمندانہ انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔ "میں نے کئی ہزار گھنٹوں سے تمباکو نہیں پیا۔میرا دم اکھڑ رہا ہے"۔

"سگرٹ"؟۔لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں پائپ کا تمباکو۔پائپ میری جیب میں موجود ہے مگر تمباکو کی پاوچ کہیں گر گئی"۔

"لیکن تم پاگل ہو۔اگر کہیں تم نے اپنے کپڑوں میں آگ لگالی تو"؟۔

"اچھا تو کوئی ایسا تمباکو لا دو جسے پانی میں گھول کر پیا جا سکے ورنہ میری موت واقع ہو جائے گی"۔

"فی الحال چائے پیئو ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گی"۔

"چائے کے بعد تو تمباکو کے بغیر میں سچ مچ پاگل ہو جاوں گا۔تمہارا نام کیا ہے"؟۔

"رجنی"۔

"بہت واہیات نام ہے۔تمہارا نام ورجینا ہونا چاہئے تھا تاکہ اسی سے کچھ تسکین ہوتی"۔

"باتیں نہ بناو ورنہ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی"۔

"اچھا تو رجنی صرف ایک بات بتا دو۔پچھلی رات وہ بوڑھا مجھ سے یک بیک لپٹ کیوں پڑا تھا"؟۔

"اوہ۔۔۔وہ تم نہیں جانتے یہاں کے حالات سے واقف نہیں ہو۔یہاں ایسی حیرت انگیز مشینیں ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اچانک رجنی کے وینٹی بیگ سے عجیب طرح کی آواز آئی اور وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"چائے پئیو"۔اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ " بکواس مت کرو۔ورنہ اس بار اس سے بھی زیادہ اذیت دی جائے گی سمجھے۔ان کٹھروں سے بھی زیادہ تکلیف دہ جگہیں یہاں موجود ہیں"۔

حمید حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھتا رہا اور اس نے باہر نکل کر دروازہ مقفل کر دیا۔

2

خان یوسف واپس آ گیا۔اس نے پوری پیٹی فریدی کی طرف بڑھا دی۔لیکن فریدی نے صرف چار کارتوس نکال کر پیٹی اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے چار تھیلے نچلے چھت پر بھجوا دیئے ہیں تم وہاں جا کر انہیں ان چٹانوں کی طرف پھینکوا و جہاں سے فائر ہو رہے ہیں۔لیکن جیسے وہ پھینکا جائے مجھے اطلاع ملنی چاہئے۔اس کے لیے تم باگل یا سیٹی سے کام لینا"۔

" کیا بات ہوئی"؟۔خانم برا سا منہ بنا کر بولی۔

"ابھی آپ دیکھ لیں گی"۔

" کیا دیکھ لوں گی"؟۔

"اچھا میری بات سنئیے اپنے دو آدمیوں سے کہہ دیجئے کہ جیسے ہی آپ کی بارود ضائع ہو مجھے گولی مار دیں گے۔میں نہتا ہوں۔اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

خانم چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر خان یوسف سے بولی۔ "جاو،عمل کرو"۔

" ٹھہرو۔فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ " ٹھیک دشمنوں کے سروں پر پھینکنا ورنہ اس کے ضائع ہو جانے کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی"۔

"خانم یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی"؟۔خان یوسف نے جھنجھلا کر کہا۔

خانم کچھ نہ بولی۔خان یوسف کہتا رہا۔ " مگر بارود ان کے ہاتھ لگ گئی تو وہ اسے ہمارے ہی خلاف استعمال کریں گے"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"اگر بارود ان کے ہاتھ لگ گئی تو میں خودکشی کرلوں گا"۔فریدی نے کہا۔

"جاو جو کچھ کہا جارہا ہے کرو"۔خانم بولی۔

خان یوسف نیچے چلا گیا۔خانم پھر سوراخ سے دشمنوں کی طرف گولیاں چلانے لگی۔فریدی نے اس سے کہا۔ "مجھے ایک رائفل بھی چاہیئے"؟۔

خانم نے اپنی ہی رائفل اس کی طرف بڑھادی۔فریدی نے اس کا میگزین الگ کر کے اپنے کارتوسوں میں سے ایک چڑھادیا۔

اتنے میں بگل کی آواز آئی۔فریدی رائفل لے کر سوراخوں کے قریب پہنچ چکا تھا جیسے ہی پھینکا ہوا تھیلا چٹانوں کے اوپر پہنچا۔فریدی نے فائیر کردیا۔گولی تھیلے پر پڑی۔ایک زوردار آواز ہوئی اور تیز قسم کی روشنی کا جھماکا۔دشمنوں پر گویا آگ برس گئی۔دوسری طرف رائفلیں یک بیک خاموش ہوگیں۔

"جاو"۔فریدی نے ایک آدمی سے کہا۔ "جلدی کرو۔ان سے کہو کہ تھیلے برابر پھینکتے رہیں"۔

وہ اپنی رائفل چھوڑ کر دوڑتا ہوا نیچے چلا گیا۔

"کمال کردیا تم نے"۔خانم فریدی کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرا کر بولی۔

فریدی پھر سوراخوں سے باہر دیکھنے لگا۔دشمن کی رائفلیں اب بھی خاموش تھیں۔شاید خوفزدہ ہوگئے تھے۔

فریدی نے پھر بگل کی آواز سنی اور پھر فائر کیا۔آگ چٹانوں پر پھیل گئی۔اس بار دشمن بھاگ کھڑے ہوئے جیسے ہی وہ چٹانوں کی اوٹ سے نکل کر دوسری طرف بھاگے۔نیچے سے خانم کے سپاہیوں نے باڑھ ماری۔دو چار وہیں ڈھیر ہوگئے۔بھاگنے والوں کا ساتھ نہ دے سکے۔جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگئے۔خانم کے سپاہی برابر فائر کرتے رہے۔ہر ہلے میں وہ چار کو گرادیتے۔پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر میدان صاف ہوگیا۔۔۔۔۔۔خانم کی فوج بھاگنے والوں کا تعاقب کررہی تھی۔

ایک گھنٹے کے بعد خانم کو اطلاع ملی کہ بھاگنے والوں میں بہت کم دشمن اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوسکیں ہیں۔

فریدی اپنے کمرے میں واپس آگیا لیکن اب بھی اس کے کمرے کے سامنے پہرہ دار موجود تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رات کو فریدی کی طلبی ہوئی۔ خانم ہال میں تنہا تھی۔ فریدی احتراماً خفیف سا جھکا اور خانم کے اشارے پر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہمیں افسوس ہے مہمان اپنے رویئے پر مگر ہم مجبور تھے"۔

"مجھے کوئی شکایت نہیں ہے آپ کی جگہ میں ہوتا تو مجھے بھی یہی کرنا پڑتا"۔

"میں تمہارے متعلق سب کچھ جاننا چاہتی ہوں مگر اب مطمح نظر وہ نہیں جو پہلے تھا۔ اور نہ جانے کیوں اب بھی مجھے یہی محسوس ہوتا ہے کہ میں تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہوں"۔

"آپ نے مجھے کہاں دیکھا ہوگا۔ یہ ناممکن ہے۔ کیا آپ کبھی کراغال سے باہر گئی ہیں"؟۔

" کبھی نہیں"۔

"پھر یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ میں نے اس سے پہلے کبھی وادی کراغال میں قدم نہیں رکھا۔ ہاں اب میں آپ کو اپنے متعلق بتا سکتا ہوں۔ میں بلاشبہ حکومت کا جاسوس ہوں لیکن وادی کراغال سے مجھے یا میری حکومت کو کوئی سروکار نہیں یہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ میں یہں آ پہنچا۔ حقیقتاً میرے شکار وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ آپ نے کیا تھا وہی عجیب وغریب سیٹیوں والے۔

"تو پھر ہمارا خیال غلط نہیں تھا کہ تم جاوسوس ہو"؟۔ خانم مسکرائی۔

فریدی چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "اب آپ مجھے اپنے متعلق کچھ بتائیے"۔

"تمہارا نام کیا ہے"؟۔ خانم نے پوچھا۔

"احمد کمال"۔

"ہمارے ہم مذہب بھی ہو"۔ خانم نے کہا۔

"خانم، آپ مجھے صرف ایک بات بتا دیجئے"؟۔

"ہاں پوچھو"۔

"اس دن آپ کوئلوں کے تذکرے پر پریشان ہوگئی تھیں"۔

خانم کا چہرہ پھر اتر گیا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "میں ایک بہت بڑی الجھن میں پڑ گئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں۔اگر تم کوئلوں کے مجسموں کا تذکرہ نہ کرتے تو۔۔۔۔"

خانم خاموش ہوگئی۔فریدی غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آو۔۔۔اٹھو۔۔میرے ساتھ آو۔اس تذکرے پر میری زبان میں اتنی قوت نہیں رہ جاتی کہ زیادہ دیر گفتگو کرسکوں"۔

فریدی اٹھ گیا۔خانم باہر نکل سنتریوں نے اس کے ساتھ جانا چاہا لیکن اس نے انہیں وہیں ٹھہرنے کو کہا۔

وہ دونوں چلتے رہے خانم فریدی سے کہہ رہی تھی۔

"لیکن یہ ایک راز ہے تم اسے اپنے ہی تک محدود رکھو گے۔اس کا ظاہر ہوجانا کراغال کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا"۔

"لیکن ٹھہریئے۔کیا یہ اسی مجسمے سے متعلق ہے"؟۔

"ہاں آو۔میں اپنے دل پر سے یہ بار بھی ہٹانا چاہتی ہوں۔تم دانشمند ہو۔مجھے کوئی مشورہ دو گے"۔

"میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں"۔

خانم چلتی رہی۔محل بہت وسیع تھا۔تقریبا تین میل کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔محل سے زیادہ اسے ایک مستحکم قلعہ کہنا چاہیئے۔حکومت کراغال کی پوری فوج یہیں رہتی تھی۔معززین اور عمائدین کی رہائش گاہیں یہیں تھیں۔

لیکن اس وقت فریدی کو زیادہ نہیں چلنا پڑا۔خانم نے ایک جگہ رک کر ایک دروازے کے قفل میں کنجی لگائی دروازہ کھلا۔اندر اندھیرا تھا مگر فضا ایک تیز قسم کی خوشبو سے بوجھل معلوم ہو رہی تھی۔

خانم نے دو تین کافوری شمعیں روشن کر کے دروازہ بند کر دیا۔

یہ کسی کی خوابگاہ تھی بہت شاندار۔شاہانہ انداز میں سجی ہوئی۔

"یہ کراغال کے خان میرے شوہر کی خواب گاہ ہے"۔خانم نے کہا۔چند لمحے کھڑی ہانپتی رہی پھر بولی۔"

یہیں مجھے کوئلے کا وہ مجسمہ ملا جو خان سے مشابہت رکھتا تھا۔بلکہ ہو بہو خان کی تصویر تھا۔

"اوہ۔۔۔۔ "فریدی حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خانم اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے ایک بڑی چڑھائی چڑھ کر یہاں تک پہنچی ہو۔اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "پہلے میں یہ سمجھی تھی کہ شاید خان نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔وہ اکثر ایسے پراسرار طریقے پر غائب ہو جاتے تھے۔عرصے تک غائب رہتے اور پھر واپس آ جاتے۔سارے کراغالی اس بات کو جانتے ہیں۔ لہذا آج کل بھی وہ یہی سمجھتے ہیں کہ خان ان کے لیے چائے، استرے، کپڑے اور تمبا کو مہیا کرنے گئے ہیں۔میں نے اس مجسمے کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔وہ یہیں کے تہہ خانے میں اس وقت بھی موجود ہے"۔

"کیا خان کا تعلق بیرونی دنیا سے بھی تھا"؟۔

"ہاں۔وہ بہت دانشمند آدمی تھے۔ان کے ایجنٹ بہتیرے ممالک میں موجود ہیں، جو کراغال کے لیے اشیا مہا کر کے بھیجتے ہیں مگر میں یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ چیزیں کس راستے سے آتی ہیں۔راستوں کا علم خان یا اس کے مخصوص آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں اور نہ میں یہی جانتی ہوں کہ وہ مخصوص آدمی کون ہیں"۔

"مجسمہ یہیں ملا تھا"؟۔

"ہاں"۔

"کس جگہ"؟۔

خانم نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

فریدی نے سامنے نظر اٹھائی ٹھیک اسی جگہ کے سامنے دیوار میں ایک کشادہ روشندان تھا۔

"خانم"۔فریدی نے مغموم آواز میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے"۔

"خدارا یہ نہ کہو۔مجھے یہ باور کرانے کی کوشش نہ کرو۔کراغال تباہ ہو جائے گا"۔

"خانم میں اپنے پچھلے تجربات کی بنا پر کہہ رہا ہوں مگر کراغال کا مستقبل آپ کے رویہ پر منحصر ہے"۔

"تم بتاؤ۔میں کیا کروں"؟۔

"میں آپ کو بتاؤں گا، جو کچھ میرے امکان میں ہے اس سے کوتاہی نہ کروں گا لیکن کیا میں اس مجسمے کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"ہاں، میں تمہیں دکھاوں گی لیکن یہ چیز صرف تم تک محدود رہے گی"۔

"آپ مجھ پر اعتماد کیجئے"۔

خانم نے کمرے کے ایک حصے کا قالین الٹ دیا۔ پھر ایک طرف تختہ ہٹا کر مومی شمع کی روشنی خلا میں ڈالی۔ نیچے سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔

"ایک شمع اٹھالو"۔ خانم نے مڑ کر فریدی کی طرف مڑ کر کہا۔

فریدی شمع اٹھا کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ زینے طے کر کے وہ ایک تہہ خانے میں پہنچے۔ فریدی کی نظر ایک مجسمے پر پڑی جو بالکل برہنہ نہیں تھا۔ اس کے گرد ایک کپڑا لپیٹ دیا گیا تھا۔

وہاں ایک بوجھل سا سناٹا طاری رہا۔ دونوں کی سانسیں اس سکوت میں گونج رہی تھیں۔

"خانم"۔ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "یہ چہرہ مجھے کچھ جانا پہچانا سا معلوم ہو رہا ہے"۔

خانم نے اپنی مغموم آنکھیں فریدی کی طرف اٹھائیں۔ شمع کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ اس سرخ سی روشنی میں بڑی حسین نظر آ رہی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔ "اب مجھے یاد آ گیا کہ میں نے تمہیں کہاں دیکھا تھا۔ خان کے البم میں تمہاری ایک تصویر موجود ہے۔۔۔ خان کے ساتھ"۔

داستانیں

1

رجنی چلی گئی اور حمید گم سم بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر میز پر آیا جہاں چائے کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ چائے پیتے وقت بھی رجنی کے رویہ پر غور کرتا رہا۔ یک بیک اس نے آنکھیں کیوں بدل لی تھیں۔ پھر اس کا ذہن اس آواز کی طرف منتقل ہو گیا جو اس کے وینٹی بیگ سے آئی تھی۔ بالکل ویسی ہی آواز اس رات بوڑھے کے کمرے میں بھی اس نے سنی تھی اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ اچانک اس کا رویہ بھی تبدیل ہو گیا تھا۔

حمید کو یہ چیز بڑی اہم معلوم ہوئی۔ وہ بہر حال فریدی کا شاگرد تھا۔ جب سنجیدگی کے موڈ میں ہوتا تو ہمیشہ دور کی کوڑی لاتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان دونوں کے اچانک بدلتے ہوئے رویئے کا تو یہی مطلب تھا کہ کوئی ان کے حال سے واقف ہونے کی کوشش کرتا ہے اور وہ دونوں آوازیں بھی ایسی ہی تھیں۔ جیسے ٹرانسمیٹر کہیں کی آواز کیچ کرتے کرتے رہ جائے۔ حمید کو یاد آیا کہ کنور شمشاد نے فریدی کو گھر بیٹھے ٹیلیویژن پر اپنے کارخانوں کی سیر کرائی تھی۔ ہوسکتا ہے یہاں بھی کوئی اسی قسم کی مشین موجود ہو جس پر کوئی اس مزین دوزدنیا کے حالات معلوم کرتا ہو۔ ہوسکتا ہے بوڑھے نے بھی کوئی چیز ایجاد کرلی ہو۔ جو اسے اس سے باخبر کردیتی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کمرے میں پھیلی ہوئی عجیب وغریب روشنی یہاں کی فضا کو ٹیلیویژن کے پردے پر منتقل کردیتی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ان چھتوں میں ٹیلیویژن کے کیمرے بھی پوشیدہ ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ان دیواروں میں آواز جذب کرنے کی مشینی صلاحیت بھی موجود ہو۔ حمید سوچتا رہا اور سوچتے سوچتے اس نے چائے دانی خالی کردی۔ چائے کے ساتھ کھانے کے لیے پیسٹریاں موجود تھیں۔ پلیٹ بھی صاف ہوگئی لیکن اب اسے تمبا کو کی یاد بری طرح ستا رہی تھی۔ اگر وہ ایک پائپ کی تمبا کو کو کہیں سے حاصل کرسکتا تو شاید۔۔۔۔ شاید وہ نہ جانے کیا کر گزرتا۔۔

دفعتاً کمرے کا دروازہ پھر کھلا اور رجنی اندر داخل ہوئی اس کے ہونٹوں پر دوستانہ مسکراہٹ تھی۔

"تم مجھے پاگل سمجھتے ہوگے کیپٹن"؟۔

"نہیں لڑکیاں پاگل نہیں ہوتیں۔ پاگل بنادیتی ہیں۔ چائے کا بہت بہت شکریہ۔ مگر تمبا کو"؟۔

اس نیا پنی وینٹی بیگ سے چمڑے کی ایک پاوچ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "احتیاط سے خرچ کرنا۔ آج کل پرنس ہنری کا تمبا کو مشکل سے دستیاب ہوتا ہے"۔

"ہائیں تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں پرنس ہنری کا تمبا کو پیتا ہوں"؟۔

"ہم کیا نہیں جانتے"۔

"کیا اس بار تمہارے وینٹی بیگ میں وہ چیز نہیں ہے جو تمہیں بروقت ہوشیار کردیتی ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔ تم کیا جانو"؟۔

"میں کیا نہیں جانتا"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"اچھا بدلہ لیا تم نے"۔رجنی ہنسنے لگی۔

"میں بدلہ ضرور لیتا ہوں"۔

" کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ تم کن لوگوں میں ہو"؟۔

"ہاں۔شاید میں طاقت والی تنظیم کے چکر میں آ پڑا ہوں"۔

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا"؟۔رجنی کی آواز میں حیرت تھی۔

"میں اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں۔کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ آج کل ان پر ایک عورت حکمران ہے"۔

"تو تم سب کچھ جانتے ہو"؟۔

"اور میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ کوئی روح نہیں ہے اس کا دربار ایک فراڈ ہے۔تخت شاہی وغیرہ میں مائیکروفون فٹ ہیں جن سے اس کی آواز نشر ہوتی ہے"۔

"لیکن تم یہ نہیں جانتے ہو گے کہ تم یہاں کیوں لائے گئے ہو"؟۔

"میں نہیں جانتا اور نہ جاننا چاہتا ہوں کیونکہ یہاں مجھے بہت آرام ہے تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کے ہاتھوں سے چائے نصیب ہوتی ہے۔غالبا کھانا بھی تمہیں کھلاؤ گی۔عرصہ سے مجھے ایک ایسی لڑکی کی تلاش تھی جو میری دیکھ بھال کر سکے۔اب میں اپنی بقیہ زندگی اگر زندہ رہ گیا تو یہیں اسی زمین دوز دنیا میں بسر کروں گا۔پاگل بننے میں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی"۔

" مگر تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا"۔

"تب تو یہ لوگ بڑے کمینے ہیں۔پھر آخر مجھے اس طرح پکڑنے کے سلسلے میں اتنے آدمیوں کی جانیں ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی"؟۔

"یہاں جانوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔سنوان کی اسکیم یہ ہے کہ وہ کھل کر حکومت کے سامنے آ جائیں۔دراصل وہ اپنی قوت آزمانا چاہتے ہیں۔وہ تمہیں چھوڑ دیں گے مگر اس طرح کہ تم اپنی حکومت کے لیے وبال بن جاؤ گے۔موجودہ حکمران ملکہ کائنات پچھلے حکمران سے زیادہ دانشمند ہے۔وہ تمہاری حکومت کی مشینری ہی ٹھپ کر دینے کے درپے ہے۔سائنٹیفک طور پر حکومت کے ذمہ دار آدمیوں کی ذہنیتیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تبدیل کردی جائیں گی اور وہ خود ہی حکومت کو بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیں گے۔ پہلا تجربہ تم دونوں پر کیا جانے والا تھا مگر کرنل فریدی نکل گئے۔ اور اب صرف تم پر تجربہ کیا جائے گا اور تم یہں سے نکال دیئے جاو گے"۔

"میں صحیح الدماغ ہی رہوں گا"؟۔ حمید نے پوچھا۔

"قطعی صحیح الدماغ لیکن تمہارے نظریات یکسر بدل جائیں گے۔ تم اب تک جن کے وفادار رہے ہو ان سے بیوفائی کرو گے ہوسکتا ہے کرنل فریدی کو تمہارے ہی ہاتھوں موت نصیب ہو"۔

"پھر تمہاری ہمدردی کس کام آئے گی"؟۔

"یہ ایک غور طلب مسلہ ہے۔ لیکن ہم اس کوشش میں ہیں کہ ملکہ کائنات کی تجویز بار اور نہ ہونے پائے"۔

"آخر کیوں۔ تمہارے دماغ کیوں الٹ گئے ہیں کیا ان پر کوئی ایسا سائنٹیفک تجربہ نہیں کیا گیا"؟۔

"نہیں، ان کی دانست میں ہم لوگ یونہی بے بس ہیں کبھی ان کے پنجوں سے رہائی نہیں پا سکتے۔ کچھ لوگ یہاں اپنی خوشی سے کام کر رہے ہیں اور کچھ لوگوں سے زبردستی کام لیا جاتا ہے۔ یہاں ملک کے بہترین دماغ اکٹھا کئے گئے ہیں۔ کچھ غیر ملکی بھی ہیں۔ لیکن غیر ملکی زیادہ تر پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اس طرف آئے ہیں غیر ملکیوں میں جرمن نازیوں کی تعداد زیادہ ہے"۔

"ڈاکٹر زبیری کے متعلق کیا خیال ہے"۔

"وہ ایک بہت بڑا سائنسدان ہیں۔ آئے تو تھے اپنی خوشی سے لیکن اب انہیں محسوس ہوا ہے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس تنظیم کا خاتمہ ہو جائے"۔

"پھر تم مجھے اس اسکیم سے کس طرح بچاو گی"؟۔

"وہ تجربہ تم پر ڈاکٹر زبیری ہی کریں گے۔ مگر پہلے تمہیں کچھ دن آرام کرنا پڑے گا۔ آہستہ آہستہ صحیح الدماغ ہوتے جاو گے اور اپنے چہرے پر کچھ اس طرح کے تاثرات پیدا کرو گے کہ جیسے بہت زیادہ خوفزدہ ہو۔ بہرحال یہ ایک لمبی چوڑی اسکیم ہے جس کے متعلق پھر کبھی بتایا جائے گا۔ اب مجھے جانے دو"۔

"اچھا صرف ایک بات اور بتا دو۔ میرے موٹے ساتھی کو یہاں کیوں لایا گیا ہے"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

" کیا وہ بہت مالدار نہیں ہے تم کیا سمجھتے ہو۔اس وقت تک اس کا سارا بینک بیلنس صاف ہو چکا ہے۔ اب اسے چھوڑ دیا جائے گا تا کہ وہ پھر تنظیم کی خدمت کرنے کے لیے سرمایہ اکٹھا کر سکے۔اس کا باپ بھی بڑا مالدار ہے کیا وہ اس کی مدد نہیں کرے گا؟۔تم خود سوچو کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ کیسے چل رہا ہے۔روپے مہیا کرنے کے یہی ذرائع ہیں"۔

"اچھا رام گڑھ میں کوئی ادارہ روابط عامہ بھی ہے جس کا تعلق اس تنظیم سے ہو"؟۔

"مجھے اس کا علم نہیں۔مگر روپیہ حاصل کرنے کے لیے یہ لوگ مجرمانہ طریقے اختیار کرتے ہیں۔یہ مجھے معلوم ہے"۔

"موٹا کب چھوڑ دیا جائے گا"؟۔

"بہت جلد۔لیکن اسے تمہارے ساتھ نہیں چھوڑا جائے گا۔سنو یہ ایک طرح سے تمہاری حکومت کو تنظیم کی طرف سے کھلا ہوا چیلنج ہوگا۔ظاہر ہے کہ موٹا پولیس کو ضرور اطلاع دے گا اور پولیس یہاں ان پہاڑوں میں سر پٹختی پھرے گی۔کیا تم سمجھتے ہو کہ پولیس کو کامیابی ہوگی"؟۔

"میرا خیال ہے کہ پولیس مشکل میں پڑ جائے گی"۔

"بالکل ٹھیک"۔رجنی سر ہلا کر بولی۔ "ایک بار ملکہ کائنات نے حکم دیا تھا کہ ہم سب مل کر باہر نکلنے کا راستہ تلاش کریں لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اڑتالیس گھنٹے سر مارنے کے باوجود بھی کامیابی نہ ہوئی۔یہاں کے ذہین ترین آدمیوں کی کوششیں بھی بار آور نہ ہوئیں"۔

" کیا کوئی نہیں جانتا راستہ"؟۔

"صرف ایک آدمی جانتا ہے۔ہم اسے بارن کے نام سے جانتے ہیں۔وہی سیاہ داڑھی والا جس نے تمہیں ڈاکٹر زبیری کے سپرد کیا تھا"۔

وہ خاموش ہوگئی۔حمید کچھ نہ بولا۔اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

2

فریدی حیرت سے خانم کو دیکھتا رہا۔خانم بھی خاموش ہوگئی تھی اس کے چہرے پر اضمحلال طاری تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"میری تصویر۔خان کے ساتھ کیسے ہوسکتی ہے"؟۔فریدی آہستہ سے بولا۔ " مگر ٹھہریئے۔آپ شاید یہاں زیادہ دیر تک رکنا نہیں چاہتیں۔اس کے متعلق پھر گفتگو کریں گے"۔

وہ آگے بڑھ کر مجسمے کو دیکھنے لگا۔خانم منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔فریدی نے مجسمے پر سے کپڑا ہٹایا وہ بالکل برہنہ تھا۔اس کی کمر میں چمڑے کی پیٹی تھی اور پیروں میں جوتے۔کچھ دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اسے پھر کپڑے سے ڈھانک دیا۔

"چلئے۔واپس چلیں"۔اس نے کہا۔ "میں نے دیکھ لیا"۔

خانم خاموش زینوں کی طرف مڑ گئی۔وہ پھر خان کی خواب گاہ میں آ گئے۔

"اس مجسمے میں کسی قسم کی تبدیلی تو نہیں کی گئی"؟۔فریدی نے پوچھا۔

"نہیں،سوائے اس کے کہ اسے کپڑے سے ڈھانک دیا گیا ہے"۔

"خان نے آپ کو کبھی یہ بھی بتایا تھا کہ وہ کہاں غائب ہوجاتے ہیں"؟۔

" کبھی نہیں۔وہ شروع ہی سے میرے لیے ایک پراسرار آدمی رہے ہیں۔اپنی مصروفیات کے متعلق کبھی کچھ نہیں بتاتے تھے"۔

"ہوں"۔فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

خانم نے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔ "لندن میں تم اور خان ہم جماعت تھے"؟۔

" کیا"؟۔فریدی چونک پڑا۔ "اوہ اب مجھے بھی یاد آ گیا۔اوہو۔کیا خان عیسی ہی کراغال کے خان تھے۔مگر مجھے اس کا علم پہلے بھی نہیں تھا۔انہوں نے شاید اپنا تعلق سرحد ہی سے ظاہر کیا تھا"۔

"بچپن ہی سے ایسے تھے"۔انہوں نے لندن میں تعلیم حاصل کی تھی۔اگر وہ خود کو کراغالی ظاہر کرتے تو شاید لندن تک ان کی رسائی بھی نہ ہوسکتی"۔

"تب تو مجھے خان عیسی کے لیے۔۔۔۔اوہ خانم مجھے بڑا افسوس ہے کہ ہماری ملاقات ایسے حالات میں ہوئی۔بہرحال آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنی آخری سانسوں تک کراغال کی حفاظت کروں گا۔میں اور عیسی خان گہرے دوست تھے"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"تم کرنل فریدی ہو۔تم نے مجھے اپنا نام غلط بتایا تھا"؟۔

"نہیں۔میرا پورا نام احمد کمال فریدی ہے۔میں نے غلط نہیں بتایا تھا"۔

"خان اکثر تمہارا ذکر کرتے تھے۔انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہاری حیثیت بین الاقوامی ہے"۔

فریدی کچھ نہیں بولا۔اس کی پیشانی پر گہرے تفکر کی لکیریں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "آخر ان لوگوں سے خان عیسی کا کیا تعلق۔انہوں نے ان پر ہی اپنا حربہ کیوں آزمایا"؟۔

"میں خود یہی سوچ رہی تھی"۔

"اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ جب چاہیں نہایت آسانی سے محل میں داخل ہوسکتے ہیں یعنی کسی کو کانوں کان خبر ہوئے بغیر"۔

"ہاں،اس صورت میں تو یہی کہا جاسکتا ہے"۔

"فریدی نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن اس پر خوف کے آثار نہیں تھے اس نے آہستہ سے کہا۔ "خان چالاک آدمی تھے۔اس لیے ختم کردیئے گئے اس کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ وہ جب چاہیں کراغال کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرسکیں"۔

فریدی نے پھر اس کے چہرے پر نظر ڈالی لیکن خانم کی آنکھوں سے صرف غم جھانک رہا تھا ان میں تشویش یا خوف کے آثار نہیں تھے۔

"تو پھر اب مجھے خود کو بیوہ سمجھنا چاہیئے"؟۔اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"میں کیا کہوں"؟۔فریدی نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "لیکن خدارا اسے ظاہر نہ کیجئے گا"۔

"میں سمجھتی ہوں۔یہ چیز کراغال کے لیے تباہ کن ہوگی۔قرب وجوار کے قبائل چاروں طرف سے یورش کردیں گے۔ویسے ان پر خان کی ہیبت طاری رہتی ہے"۔

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ خان ان لوگوں کے کسی راز سے واقف ہوگئے تھے۔اسی لیے انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا یا پھر دوسری بات یہی تھی یعنی کہ وہ کراغال کی باگ دوڑ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کسی دانشمند آدمی کے ہاتھ میں نہیں دیکھنا چاہتے"۔

"وہ کچھ بھی ہو لیکن اس نقصان کی تلافی کیسے ہوگی۔ میں کیا کروں"؟۔

"صبر کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے خانم، ویسے مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کسی عورت کی حکومت وادی کراغال کے خلاف ہے۔ اگر کسی کو خان کے متعلق شبہ بھی ہوا تو حکومت خان کے کسی بھائی یا بھتیجے کی طرف منتقل ہو جائے گی"۔

"میں ہر وقت حکومت سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں لیکن کراغال تباہ ہو جائے گا۔ یہ ظاہر کرنا ہی تباہی کو دعوت دینا ہوگا کہ کراغال سے خان کا سایہ اٹھ گیا۔ خان کا بھتیجا خان ضیغم اس قابل نہیں ہے کہ اسے کراغال کی باگ دوڑ سونپی جا سکے۔ اس کا اعلان ہوتے ہی بربادی ادھر کا رخ کرے گی"۔

"بس تو پھر مصلحت اسی میں ہے کہ خان کا نام کم از کم اس وقت تک زندہ رکھا جائے جب تک ان کے قاتل اپنی سزا کو نہ پہنچ سکیں"۔

خانم کچھ نہیں بولی۔ فریدی بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

بیک وقت دو خیال اس کے ذہن میں تھے یا تو خان ان لوگوں کے کسی راز سے واقف ہو گیا تھا یا پھر ۔۔۔ ضیغم نے حکومت حاصل کرنے کے لیے ان کی مدد سے خان کو ختم کر دیا۔ اسے وہ مجسمہ بھی یاد آ گیا جو اس نے رام گڑھ کی عمارت میں دیکھا تھا۔ ایک ایسی لڑکی کا مجسمہ جس کی بارات دروازے پر کھڑی تھی۔ ایسے موقع پر اسے کیوں ختم کیا گیا۔ بظاہر وجہ یہی بات ہوسکتی تھی کہ اس کی شادی کسی کو ناگوار گزری تھی۔

"اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے"۔ خانم اٹھتی ہوئی بولی۔

فریدی اٹھ گیا لیکن اس دوران میں فریدی کی عقابی آنکھیں خواب گاہ کا جائزہ لیتی رہی تھیں۔

قیدخانہ

1

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تین دن حمید آرام کرتا رہا لیکن ڈاکٹر زبیری کی ہدایت کے مطابق وہ آہستہ آہستہ "ٹھیک "ہوتا جا رہا تھا۔ایک بار اس داڑھی والے سے مڈبھیڑ بھی ہوئی لیکن حمید نے اپنی کسی بھی حرکت سے پاگل پن نہیں ظاہر کیا۔

"تم اب ٹھیک ہو"؟۔داڑھی والے نے پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔لیکن اگر مجھے اپنی گرفتاری کی وجہ نہ معلوم ہوئی تو شاید میں پھر ہوش وحواس کھو بیٹھوں"؟۔

داڑھی والا جواباً مسکرایا تھا۔

"میں یہاں کیوں لایا گیا ہوں"؟۔

" کیا یہ زمین دوز دنیا تمہیں دلکش معلوم نہیں ہوئی"؟۔

"بہت دلکش لیکن میں ایسی بے آسمان دنیا کے خواب سے بھی خوف کھاوں گا"۔

"بہرحال۔تمہیں صرف اسی لیے لایا گیا تھا کہ تمہاری معلومات میں ایک نیا اضافہ ہو سکے۔اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا"۔

"میں کن لوگوں میں ہوں، یہ بھی جاننا چاہوں گا"؟۔

"تم آدمیوں ہی میں ہو۔غالباً اتنا بتا دینا کافی ہوگا"۔

"میں نے ملکہ کائنات کا دربار دیکھا تھا۔وہ خواب تھا یا حقیقت"؟۔

"سو فیصدی حقیقت"۔

" کیا ملکہ کائنات کوئی روح ہے"؟۔

"واحد ایک روح، جو کائنات کے ایک ایک ذرے میں جاری وساری ہے۔وہ روح جب ایٹم سے علیحدہ ہوتی ہے تو پورے پورے شہر آن واحد میں تباہ ہو جاتے ہیں"۔

"تم بڑی فلسفیانہ باتیں کر رہے ہو"۔حمید نے کہا۔

"نہیں یہ تو کوئی خاص بات نہیں۔میں نے ایک عام بات کہی ہے۔مطلب یہ ہے کہ طاقت ہی ہے جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کائنات کے ذرے میں جاری وساری ہے۔ہم پر طاقت کی حکومت ہے۔طاقت ہی ملکہ کائنات ہے"۔

"میرے خدا"۔حمید نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "طاقت۔۔۔۔وہ۔۔۔۔وہ طاقت والی تنظیم"۔

"ہاں وہی"۔جوب ملا تھا۔ہمارا پچھلا حکمران ایک بیوقوف آدمی تھا۔جو ایک حقیر کیڑے کے ہاتھوں فنا ہوگیا۔اسے ضرورت ہی کیا تھی کہ خود تم لوگوں سے الجھنے کی کوشش کرتا۔تمہارا خاتمہ تو تنظیم کا ایک کیچوا بھی کرسکتا تھا"۔

حمید اس کی گفتگو پر سراسیمہ ہوگیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی حالت سنبھل بھی گئی تھی کیونکہ داڑھی والے نے بڑے پیار سے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا تھا۔ "پرواہ نہ کرو۔تم ہمارے لیے اس احمق حکمران سے زیادہ اہم ہو۔ہوسکتا ہے کبھی ہمارا فلسفہ تمہاری سمجھ میں آجائے اور تم ہماری تنظیم کے ایک اعلی رکن بن سکو"۔

اس کے بعد وہ مزید کچھ کہے بغیر چلا گیا تھا۔

پھر آج اچانک کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

"ہائیں،حمید بھائی۔تم ابھی یہیں ہو۔معلوم ہوتا ہے۔تمہاری چیک بک بھی آگئی ہے"؟۔

"نہیں میں یہاں خیر سگالی کے مشن پر آیا ہوں"۔

"یار،اللہ قسم۔میں تو برباد ہوگیا۔چھ لاکھ روپیہ"۔

"کیا مطلب"؟۔

"سب لے لیا سالوں نے"۔قاسم ہنسنے لگا۔

"اگر تمہارے والد کو علم ہوگیا تو۔۔۔۔۔۔۔"؟

"یہاں سے واپس کون جاتا ہے حمید بھائی۔کوئی تکلیف نہیں ہے۔ایک خوب تگڑی عورت مجھ سے محوبت کرنے لگی ہے۔وہ کہتی ہے۔قاسم پیارے۔۔۔میں مرجاوں گی اگر تم چالے گائے"۔

قاسم اس عورت کی نقل اتارنے کے سلسلے میں لچکنے لگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"اور اگر زبردستی یہاں سے نکال دیئے گئے تو"؟۔

" کون نکالے گا زبردستی"؟۔

"تم گھاس کھا گئے ہو کیا۔اب تمہارے پاس کیا ہے کہ وہ تمہیں یہاں رکھیں گے"؟۔

"ارے جاو یار۔کیا باتیں کرتے ہو۔روپیہ تجارت میں لگائیں گے اور مجھے برابر منافع دیتے رہیں گے۔ میں کوئی الو ہوں"۔

" نہیں الو رتو اتنا بھاری بھر کم نہیں ہوتا"۔

"دیکھو اگر میرا مذاق اڑاو گے تو اچھا نہیں ہوگا"۔

" کیا کرو گے تم"؟۔

"تمہاری گردن مروڑ دوں گا ہاں۔تم اپنے کو سمجھتے کیا ہو"؟۔

"میں کیپٹن حمید ہوں"۔

"ابے جاو کیپٹن حمید۔دیکھ لی ساری بہادری، چوہوں کی طرح پکڑ والیا ملکہ صاحبہ نے"۔

" کون ملکہ صاحبہ"؟۔

"وہ جو سارے عالم کی ملکہ ہیں۔۔۔۔۔طاقت کی بیگم"۔

" کیا تم نے اسے دیکھا ہے"؟۔

"ابے۔ادب سے نام لو۔ورنہ منہ توڑ دوں گا"۔

"وہ تمہاری چچی لگتی ہے"؟۔

"ارے تم نہیں مانو گے"۔قاسم گھونسہ تان کر حمید کی طرف جھپٹا۔حمید ایک طرف ہٹ گیا۔قسم کا گھونسہ دیوار پر پڑا۔وہ بلبلا کر پلٹا لیکن موٹاپے کی وجہ سے اس میں پھرتی نہیں تھی۔حمید نے اسے نچا مارا اور پھر وہ زمین پر بیٹھ کر گدھوں کی طرح ہانپنے لگا۔منہ سے زبان نکل پڑی۔

" کیوں، اب کہو تو چھرا مار کر تمہاری توند برابر کر دوں"؟۔حمید نے کہا۔

دفعتا ایک موٹی سی عورت کمرے میں گھس آئی۔اسے دیکھتے ہی قاسم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور اس طرح ہنسنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگا جیسے وہ اس سے یہاں کی موجودگی پر سختی سے جواب طلب کرے گی۔

"یہاں کیا کر رہے ہو ڈارلنگ"۔اس نے کسی پھوہڑ طوائف کی طرح لچک کر پوچھا۔

"ہاہا۔کچھ نہیں۔یہ میرے دوست ہیں"۔قاسم نے حمید کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں میں اس کا سرپرست ہوں"۔قاسم جھلا گیا۔

"ان کی سرپرست تو میں ہوں جناب"۔عورت نے کہا۔پھر قاسم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کیوں ڈارلنگ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں"؟۔

"تم بالکل غلط کہہ رہی ہو"۔حمید بولا۔ "اس کی سرپرست تم نہیں ہوسکتیں کیونکہ یہ شادی شدہ ہے"۔

"اے۔۔۔۔ "قاسم شور مچانے والے انداز میں بولا۔ "تم جھوٹ کیوں بولتے ہو"؟۔

"کیا یہ جھوٹ ہے کہ تم شادی شدہ ہو"؟۔حمید نے پوچھا۔

"بالکل جھوٹ ہے، قطعی جھوٹ ہے"۔

"کیوں خواہ مخواہ اس بھولی بھالی عورت کو دھوکا دے رہے ہو"؟۔

"ارے تم خود بھولے بھالے۔۔۔۔شٹ اپ"۔قاسم ہونٹ بھینچ کر حمید کو گھونسہ دکھانے لگا۔

"البتہ میری شادی ابھی نہیں ہوئی"۔حمید بولا۔ "اس لیے اگر چاہو تو مجھے ڈارلنگ کہہ سکتی ہو"۔

عورت نے شرما کر سر جھکا لیا اور قاسم گھبرا کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔نہ جانے کیوں اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"مجھ سے محبت کرو گی تو فائدے میں رہو گی"۔حمید نے کہا۔

غمید بھائی"۔قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔عورت حمید کے اس جملے پر اور زیادہ شرما کر دوہری ہو جانے کی کوشش کرنے لگی۔لیکن چونکہ موٹی زیادہ تھی اس لیے اکہری ہی رہی۔

"حمید بھائی"۔دفعتا قاسم پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ کر چیخا۔

"بولو۔کیا کہتی ہو"؟۔حمید نے پھر اسے مخاطب کیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عورت نے سر اٹھا کر شرمیلی نظروں سے حمید کی طرف دیکھا اور پھر شرما کر سر جھکا لیا۔

"میں سب دیکھ رہا ہوں ہاں"۔قاسم دہاڑا۔

"دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں۔۔۔۔دیکھتے رہو"۔حمید نے لاپروائی سے کہا۔ " مگر کسی سے کہنا نہیں"۔

"ارے غارت ہو جاؤ تم"۔قاسم نے دانت پیس کر حمید پر چھلانگ لگائی اور حمید عورت کے قریب سے کترا کر نکل گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ قاسم کی نومن کی لاش عورت پر پڑی اور دونوں چیختے ہوئے فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ عورت کے منہ سے گالیاں نکلیں اور اس کے دو ہتھڑ قاسم کے سر پر پڑنے لگے۔دونوں کے شور سے چھت اڑی جا رہی تھی۔دونوں ہی زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔حمید کمرے سے نکل گیا اب وہ آزادانہ طور پر جہاں جانا چاہتا تھا جا سکتا تھا۔رجنی نے اسے بتایا تھا کہ پالیسی یہ ہے کہ حمید پر اس تنظیم کا رعب پڑے اور وہ بیرونی دنیا پر جا کر بے بسوں کی طرح ہاتھ پیر مارے لیکن دوبارہ یہاں تک رسائی نہ ہو سکے۔حکومت انہیں تلاش کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر دے لیکن کامیابی نہ ہو۔ موجودہ حکمران کے خیال کے مطابق خطرات میں پڑے بغیر تنظیم آگے نہیں بڑھ سکتی۔اور پھر حمید کو ابھی تو اس تجربے کا انتظار تھا۔جو اس پر کیا جانے والا تھا۔ڈاکٹر زبیری سے ابھی تک اس کی تفصیلات نہیں معلوم ہو سکی تھیں۔ویسے رجنی نے اسے اتنا ہی بتایا تھا کہ اس تجربے کے بعد اس کے خیالات بدل جائیں گے اور وہ اپنے ہی آدمیوں کا دشمن ہو جائے گا۔غالباً فریدی کو اس طرح شکست دینے کا خیال تھا۔

2

دوسری صبح خانم کے محل میں فریدی کی حیثیت بدل گئی تھی۔سپاہی اسے احترام کی نظروں سے دیکھتے، عمائدین عزت کرتے اور خانم کا مشیر بوڑھا خان یوسف تو بچھا جا رہا تھا۔البتہ صرف ایک آدمی کی آنکھوں میں اب بھی فریدی کے لیے نفرت تھی۔اور یہ تھا کراغال کے خان کا بھتیجا خان ضیغم۔وہ ہر ایک سے یہی کہتا کہ اسے فریدی پر اعتماد نہیں ہے۔وہ یقیناً کسی دشمن ملک کا جاسوس ہے اگر اس نے حملہ آوروں کو پسپا کرنے میں مدد دی تو اس میں نہ اس کا کوئی فائدہ تھا اور نہ نقصان۔یہ تو اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ کراغالیوں کا اعتماد حاصل کر سکے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوپہر کو خانم نے فریدی کو پھر طلب کیا۔اس وقت بھی وہ ایک کمرے میں تنہا تھی۔

"تم نے سنا ضیغم کیا پروپیگنڈا کر رہا ہے"؟۔خانم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔میں نے سنا ہے۔لیکن آپ نے میرے نام کا اعلان تو نہیں کر دیا"؟۔

"نہیں۔مجھ سے ایسی حماقت سرزد نہیں ہو سکتی۔یہ چیز میرے لیے باعث حیرت ہے کہ ان لوگوں کی رسائی میرے محل میں کیسے ہوئی"؟۔

"یہ سوال حقیقتاً قابل غور ہے"۔فریدی بولا۔ "کیا آپ نے خان یوسف کو بھی میرے متعلق کچھ نہیں بتایا"؟۔

"ہرگز نہیں۔میرے علاوہ اور کوئی تمہارے نام سے واقف نہیں ہے"۔

"شکریہ۔اب میں دیکھوں گا کہ اس سازش کی پشت پر کون ہے۔آپ آج شام کو یہ خبر مشہور کرا دیجئے کہ میں حیرت انگیز طور پر غائب ہو گیا ہوں"۔

"اس سے کیا ہوگا"؟۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خان ضیغم کے مشاغل کس قسم کے ہیں"۔

"اوہو۔۔۔اچھا،تم چھپ کر دیکھنا چاہتے ہو"؟۔

"جی ہاں یہی بات ہے"۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر خانم نے کہا۔ "میں پچھلی رات سو نہیں سکی۔میرے خدا۔۔۔یہ کیسی مجبوری ہے کہ میں سوگ بھی نہیں منا سکتی"۔

"آپ ایک دلیر خاتون ہیں اور دلیر ہستیاں سوگ منا کر انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں کیا کرتیں"۔

"ہاں۔وہ آگ تو میرا وجود پھونکے دے رہی ہے"۔

"بس تو اب آپ کی آنکھوں میں اداسی بھی نہ ہونی چاہئے"۔

"میں ایک دلیر عورت بننے کی کوشش کروں گی۔مگر کرنل۔۔۔جسم کے اندر دل بھی ہوتا ہے"۔

"دل ہی میں دلیری بھی پرورش پاتی ہے اس کا تعلق آسمانوں سے نہیں"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"تم مجھے بڑا سہارا دے رہے ہو۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں"۔

"آپ خان عیسی کی بیوی ہے، جو لندن میں میرا بہترین دوست تھا۔ کاش میں آپ کے لیے کچھ کر سکوں"۔

"میری وجہ سے تمہیں تکلیف بھی پہنچی ہے"۔

"اس کے علاوہ نہیں کہ مجھے اڑتالیس گھنٹوں سے سگار نہیں ملا"۔

"تمبا کو نوشی اچھی عادت نہیں ہے"۔ خانم کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"زیادہ سوچنے والوں کے لیے بری بھی نہیں ہے"۔

"سگار تمہیں جلدی ملیں گے۔ خان اپنی تمبا کو کا ذخیرہ مجھ سے چھپائے رکھتے تھے لیکن میرا خیال ہے کہ میں تمہارے لیے سگار مہیا کر سکوں گی"۔

"ویسے اب مجھے باہر نکلنے کی اجازت بھی دیجئے تا کہ میں ان لوگوں کا پتہ لگاؤں جن کے ہاتھوں میں زخمی ہو کر یہاں پہنچا تھا"۔

" مگر تم مجھے ان حالات میں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے"۔ خانم نے مسکرا کر کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ لوگ کراغال سے زیادہ دور نہیں ہیں"؟۔

" مگر تم انہیں کہاں تلاش کرتے پھرو گے"؟۔

"تلاش تو محل ہی سے شروع ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ خان کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ کیا خان ضیغم فرشتہ ہیں"؟۔

"اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جب تک کہ مجھے اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل جائے۔ میرے خیالات اس کی طرف سے اچھے ہی رہیں گے"۔

فریدی کچھ نہیں بولا۔ وہ ضیغم ہی کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں قائم کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ضیغم جیسے لوگ سب کچھ کر گزرنے پر تیار رہتے ہیں۔ اور ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کب یک بیک بدل جائیں گے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اچھا خانم، کیا اب مجھے محل سے باہر نکلنے کی اجازت مل سکے گی۔ مجھے اپنی ساتھی کیپٹن حمید کی خبر لینی ہے۔ پتہ نہیں وہ زندہ ہے یا حملہ آوروں کی نذر ہو گیا ہے"۔

"میں کیا بتاوں۔ ضیغم کے رویے نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں وہ اس سے کوئی نئی بات نہ پیدا کرے۔ کراغالی اجنبیوں اور بدیسیوں کو قطعی پسند نہیں کرتے۔ ان کے خیالات تمہاری طرف سے کچھ بہتر ہوئے تھے کہ ضیغم نے نہیں دوسری بات سمجھانی شروع کر دی۔ تم نے ان پر لاکھ احسان کیا ہو لیکن اجنبیوں سے ان کی وحشت اپنی جگہ پر ہے۔ وہ صبح شام تمہاری پوجا کر سکتے ہیں لیکن تمہیں کراغال سے باہر نہیں جانے دیں گے"۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اب بھی قید ہوں"؟۔ فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو"۔ خانم کی آواز دردناک تھی۔ "میں تمہیں نہیں روکنا چاہتی لیکن ضیغم تمہارے چلے جانے پر اسی بہانے کراغالیوں کو میرے خلاف اکسا سکتا ہے اور اگر خان کی موت میں ضیغم ہی کا ہاتھ ہے تو وہ ضرور ایسا کرے گا"۔

"میں سمجھتا ہوں۔ مگر یہ بھی ضروری ہے، جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اور خان کے تعلقات نجی تھے۔ لیکن مجھ پر ایک حکومت کا ملازم ہونے کی حیثیت سے کچھ ذمہ داریاں بھی عاید ہوتی ہیں اور وہ ذمہ داریاں نجی تعلقات سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں"۔

"پھر تم ہی بتاو کہ میں کیا کرو۔ میں تمہارا ہر مشورہ قبول کرنے کو تیار ہوں"؟۔

فریدی چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "آپ کے یہاں کوئی باقاعدہ قسم کی جیل بھی ہے"؟۔

"ہے کیوں"؟۔ خانم نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"تو پھر، مجھ پر کوئی سنگین الزام لگا کر قید کر دیجئے"۔

"ارے۔۔۔۔ یہ کیوں"؟۔

"جیل خانے سے نکل جانا میرا کام ہوگا آپ پر کوئی الزام بھی نہیں آ سکے گا"۔

"آہا۔۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔۔۔ مجھے سوچنے دو"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خانم خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "میں نے سوچ لیا۔ یہ تدبیر کافی کارآمد رہے گی۔ خان کا ایک مخصوص جیل خانہ ہے جس کا علم یوں تو سارے کراغال کو ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ علاوہ تین ہستیوں کے۔ خان جانتے تھے، میں جانتی ہوں اور بوڑھا یوسف۔ وہ جیل خانہ خطرناک قسم کے باغیوں کے لیے استعمال ہوتا آیا ہے۔ اس کا نام ہی سن کر لوگ کانپنے لگتے ہیں کیوں کہ اس کے قیدی نے دوبارہ پھر کبھی آسمان نہیں دیکھا۔ وہ زیادہ دنوں تک زندہ ہی نہیں رہتا کیونکہ خورد و نوش کے لیے صرف تین دن کی رسد ساتھ کی جاتی ہے۔ میں تم پر کوئی الزام لگا کر تمہیں وہاں بھجوا دوں گی۔ پھر رات کو۔۔۔۔ باہر"۔

"مناسب ہے مگر میں اس صورت میں۔۔۔۔۔ "فریدی کچھ کہتے کہتے رک گی۔

" کہو کہو کیا کہنا چاہتے ہو"؟۔

" کچھ نہیں۔ ٹھیک ہے"۔

پھر دونوں میں آہستہ آہستہ گفتگو ہونے لگی۔ آواز سرگوشیوں سے زیادہ نہیں ابھری۔

اسی رات کو فریدی جب محل کی ایک دیوار پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خانم کے پہرہ داروں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے جدوجہد بھی نہیں کی کیونکہ یہ سب کچھ اسی کی اسکیم کے تحت ہو رہا تھا۔

پھر دوسری صبح وہ خانم کے مختصر دربارہ میں پیش کیا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر مردنی سی چھائی ہوئی تھی۔

"تم پچھلی رارت کو کیا کرنا چاہتے تھے"؟۔ خانم نے گرج کر پوچھا۔

"مم۔۔۔ میں کچھ نہیں۔ آپ کے پہرہ داروں کو غلط فہمی ہوئی تھی"۔

"ٹھیک ہے۔ تم پہرہ داروں کو جھٹلا سکتے ہو لیکن مجھے نہیں۔۔۔ میں نے خود تمہیں دیوار چڑھتے دیکھا تھا۔ اب تم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ تم نے ایک بار ہماری مدد کی تھی مگر ظاہر ہے کہ اس مدد سے تمہارے کسی مقصد میں خلل آنے کا اندیشہ نہیں تھا۔ تم جس حکومت کے جاسوس ہو اس کا نام ظاہر کرو"؟۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"میں کسی حکومت کا جاسوس نہیں ہوں۔ کس طرح یقین دلاوں"؟۔

"خان یوسف"۔ دفعتا خانم بوڑھے کی طرف مڑ کر بولی۔ "یہ خان کے سیہ خانے کا قیدی ہے اسے لے جاو"۔

سارے دربار پر سناٹا چھا گیا تھا۔ خان یوسف آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور رسی کا دوسرا سرا پکڑتا ہوا فریدی سے بولا۔ "چلو"۔

اس نے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال کر اس کی کمر سے لگا دیا تھا۔ فریدی مضمحل قدموں سے چلنے لگا۔

"یہ تمہیں کیا سوجی تھی؟ کیا یہ اعزاز و اکرام تمہیں گراں گزرتا تھا"؟۔ خان یوسف نے کہا۔

"یہ سراسر الزام ہے"۔ فریدی غرایا۔ "تم لوگ احسان فراموش ہو تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو، مار ڈالو گے"۔

خان یوسف پھر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک تنگ و تاریک سرنگ میں داخل ہو رہے تھے۔ یہاں قریب و دور کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ حقیقتا یہ کوئی خطرناک جگہ تھی۔

"پھر بھی"؟۔ خان یوسف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہ جانے کیوں مجھے تمہارے لیے افسوس ہے"۔

"افسوس ظاہر کرنے کا طریقہ بھی خوب ہے۔ میں جانتا ہوں خان کا سیہ خانہ کوئی خطرناک جگہ ہوگی"۔

"ہاں، آج تمہیں تین دن کی رسد ملے گی۔ ظاہر ہے کہ تمیاری بقیہ زندگی اس پر بسر ہونے سے رہی"۔

"خیر دیکھا جائے گا"۔ فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

خان یوسف نے ایک طرف اندھیرے میں اسے دھکا دیا۔ پھر فریدی نے دھاتوں کے بجنے کی آواز سنی شاید دروازہ کسی دھات کا تھا۔

پھر خان یوسف نے کہا۔ "ٹھہرو میں مشعل جلاتا ہوں اور تم رسی سے خود پیچھا چھڑا سکو گے"۔

فرار

کچھ دیر بعد وہاں مشعل کی سرخ روشنی پھیل گئی۔ خان یوسف کا چہرہ اس روشنی میں عجیب لگ رہا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"نہ جانے کیوں"۔ وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ "میرا دل نہیں چاہتا کہ تم اس طرح سسک سسک کر مر جاو۔ مجھ پر تمہارا ایک احسان ہے۔ مگر میں کیا کروں"؟۔

"مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی تم پر کوئی احسان کیا ہو"؟۔

"اس برج میں جب تم ہم پر ریوالور تانے تھے۔ بڑی آسانی سے ہمارا خاتمہ کر سکتے تھے"۔

"جاو"۔ فریدی جھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "میں تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگ سکتا"۔

"مانگو بھی تو میں بے بس ہوں"۔ خان یوسف نے مایوسی سے کہا۔ "میں خانم سے غداری نہیں کر سکتا"۔

فریدی نے دوسری طرف منہ پھیر لیا اور خان یوسف بولا۔

"وہ ادھر بائیں طرف ایک دھاردار تیغہ نصب ہے اس سے اپنی رسیاں کاٹ ڈالو۔ دیکھو میں حتی الامکان تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ روزانہ تمہیں کم از کم اتنا کھانا ضرور پہنچے گا جس سے تم اپنی زندگی برقرار رکھ سکو"۔

"مجھے بھیک نہیں چاہئے"۔ تم جا سکتے ہو۔ میں بھی پٹھان ہوں خان یوسف"۔

"میں تمہیں یہاں کے خطرات سے آگاہ کئے بغیر نہیں جاوں گا۔ دیکھو ادھر بائیں طرف ایک گہری کھڈ ہے۔ اس کی گہرائی کا آج تک کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکا۔ نیچے بہتا ہوا پانی ہے۔ تم اس کی مدہم آواز سن رہے ہو گے۔ دریائے کراغال کی ایک شاخ یہاں زمین کے نیچے بہتی ہوئی نہ جانے کہاں جاتی ہے"۔

"تب تو پھر میں خود کو قیدی نہیں سمجھ سکتا۔ یہی میری راہ فرار ہو گی خان یوسف"۔ فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں اسے خودکشی کہوں گا"۔ خان یوسف نے کہا۔

"فریدی دیوار میں نصب شدہ تیغے سے اپنی رسیاں کاٹ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آزاد ہو گیا اور خان یوسف کی طرف مڑ کر مسکراتا ہوا بولا۔ "اچھا دوست الوداع میرے لیے یہی کافی ہے کہ تم اس ظلم پر مغموم ہو"۔

"دیکھو۔ جلد بازی اچھی چیز نہیں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں خورد و نوش کا سامان ملتا رہے گا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوسکتا ہے کہ میں خانم کا غصہ ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو جاوں"۔

"میں خانم جیسی احسان فراموش عورتوں کا احسان لینا پسند نہیں کروں گا۔اب تم جاو۔میں تنہائی چاہتا ہوں"۔

"خدا کی قسم تم عجیب ہو۔میں نے ایسا آدمی تک نہیں دیکھا۔تم کراغال کے خان سے بھی زیادہ پراسرار ہو"۔

اس دوران میں فریدی مشعل اٹھا کر اس کھڈ کا جائزہ لینے لگا۔خان یوسف سلاخوں دار دروازے کی دوسری طرف کھڑا اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔کھڈ بہت گہری تھی۔اس کی تہہ تک مشعل کی روشنی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ البتہ فریدی پانی بہنے کی آواز صاف سن رہا تھا۔لیکن یہ آواز کافی گہرائی سے آ رہی تھی۔بہت ہلکی آواز۔

"تم ایسا نہیں کرو گے لڑکے۔میں تمہیں سمجھاتا ہوں"۔

"اچھا نہیں کروں گا۔اب خدا کے لیے جاو۔میں تنہائی چاہتا ہوں"۔

خان یوسف چلا گیا۔فریدی کو اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا کہ وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا رہتا۔ایک بار خان یوسف پھر آیا۔وہ خورد و نوش چیزیں لایا تھا۔

فریدی نے اس سے بات بھی نہ کی۔آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ویسے خان یوسف تسکین آمیز باتیں کئے جا رہا تھا۔کچھ دیر بعد وہ پھر واپس چلا گیا۔۔۔۔فریدی رات کا منتظر تھا اور بار بار اپنی گھڑی کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔

دن گزر گیا۔پھر رات آئی لیکن وہاں تو دن بھر مشعل جلتی رہی تھی۔لہذا اگر گھڑی نہ ہوتی تو دن کی تقسیم بھی مشکل ہو جاتی۔بوڑھے خان یوسف نے حتی الامکان اس کے لیے آسانیاں بہم پہنچائی تھیں۔وہ شعلوں میں جلنے والے تیل کی کافی مقدار وہاں چھوڑ گیا تھا۔ویسے فریدی ک وہاں گھٹن کا احساس تو ہوتا ہی رہا تھا۔مگر اب مشعل کے دھوئیں نے اسے قریب قریب ناقابل برداشت ہی بنا دیا تھا۔لیکن پھر بھی وہ مشعل نہیں بجھانا چاہتا تھا۔معلوم نہیں کیوں؟۔

ٹھیک ڈیڑھ بجے رات کو خانم آئی۔وہ سیاہ لباس میں تھی۔اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا شکاری تھیلا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس نے قید خانے کا دروازہ کھولا اور اندر آ گئی۔اس کے چہرے پر اداسی کے گہرے بادل تھے۔

" کیا تم تیار ہو"؟۔اس نے مضمحل آواز میں پوچھا اور پھر بولی۔ "اس تھیلے میں کراغال لباس ہے۔دو ریوالور۔۔۔۔کارتوس۔کچھ کھانے کا سامان۔۔۔۔لیکن میں دوبارہ بھی تم سے ملنے کی متمنی رہوں گی"۔

اس کی آواز میں بڑا درد تھا۔فریدی کھڑا ہو گیا۔مشعل کی سرخ روشنی غار نما تہہ خانے میں پھیلی ہوئی تھی اور اس ماحول میں خانم ہزاروں سال پہلے کی کوئی عورت معلوم ہو رہی تھی۔دلکش اور پراسرار۔فریدی کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ صدیوں پہلے کی فضا میں سانس لے رہا ہو۔

"تم پھر آ و گے کبھی"؟۔خانم کی غمناک مگر مترنم آواز پھر اس کے کانوں سے ٹکرائی اور وہ چونک پڑا۔پھر آہستہ سے بولا۔ "میں ضرور آوں گا۔اب مجھ پر کراغال کی حفاظت بھی فرض ہو گئی ہے۔میں اسے ان لوگوں کا پاکٹ نہیں بننے دوں گا"۔

"چلو، میں تمہارے لیے بہت مضطرب رہوں گی۔کیا تم اپنے چہرے میں تبدیلی نہیں کر سکتے"؟۔

" کر سکتا ہوں۔مگر یہاں سامان کہاں ملے گا"؟۔فریدی نے جواب دیا۔

"سامان موجود ہے۔خان کو بھیس بدلنے میں کمال حاصل تھا۔اسی لیے وہ قرب وجوار میں ہونے والی سازشوں سے باخبر رہتے تھے"۔

فریدی کو یاد آ گیا کہ زمانہ حصول علم میں اس نے جس اطالوی ایکٹر سے میک اپ کی ٹریننگ لی تھی۔اس سے خان عیسی کے تعلقات بھی تھے۔ہو سکتا ہے اس نے بھی یہ فن اسی سیکھا ہو۔وہ دونوں قید خانے سے باہر آ گئے۔خانم نے دروازہ بند کر کے قفل میں کنجی گھمائی اور چلنے کے لیے مڑی۔فریدی ہاتھ میں مشعل اٹھائے ہوئے تھی۔

"تم آج محل کے اس راز میں شریک ہونے جا رہے ہو"۔خانم نے کہا۔ "جس سے کوئی چوتھا آدمی واقف نہیں تھا۔میں تمہیں پوشیدہ سرنگوں سے باہر لے جاوں گی۔تم وہ تہہ خانہ دیکھو گے۔جسے خان اپنی خاص قسم کی مہمات کے لیے استعمال کرتے تھے۔ان جگہوں سے میرے، خان اور یوسف کے علاوہ کوئی واقف نہیں"۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"میں شکر گزار ہوں خانم"۔

"تمہاری شکر گزاری کا اظہار دراصل تمہاری واپسی ہوگی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے تم میرے خاندان ہی کے ایک فرد ہو۔ خان مرحوم تمہارا تذکرہ بڑے پیار سے کرتے تھے"۔

"میں آوں گا خانم۔ ضرورت پڑی تو خان عیسی کی شکل میں آوں گا اور اس کی ضرورت پڑے گی ایک دن، میں جانتا ہوں۔ میں نے خان کی خوابگاہ میں ایک ٹرانسمیٹر دیکھا تھا۔ جرمن ساخت کا۔ اگر آپ اس کے استعمال سے واقف ہوں تو میں آپ سے برابر رابطہ قائم کر سکتا ہوں"؟۔

"میں واقف ہوں استعمال سے"۔ خانم کی آواز میں مسرت آمیز کپکپاہٹ تھی۔ "اوہ۔۔۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ انتہائی مسرت سے، میں خود کو دشمنوں میں تنہا نہیں محسوس کروں گی۔

"اسے اپنی خوابگاہ میں رکھوا لیجئے"۔

"میں ضرور رکھوں گی"۔

وہ ایک طویل سرنگ تھی جس میں وہ اس وقت چل رہے تھے۔ اچانک خانم ایک جگہ رک گئی۔ وہ ایک مقفل دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے جیب سے کنجی نکال کر قفل کھولا اور دروازے کو دھکا دے کر کھولتی ہوئی اندر گھسی۔ فریدی نے مشعل کی روشنی میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑا اسلحہ خانہ ہے۔ چاروں دیواروں پر مختلف قسم کی رائفلیں لٹکی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ خانم نے ایک رائفل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہی وہ رائفل ہے جس کا تذکرہ میں نے تم سے کیا تھا"۔

"یہ لمبائی میں دو فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ فریدی نے اسے اتار لیا۔ چند لمحے الٹ پلٹ کر اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس ساخت کی رائفل میرے لیے نئی ہے"۔

وہاں ایک طرف میک اپ کا سامان بھی موجود تھا۔ فریدی نے سب سے پہلے جلدی جلدی شیو کیا کیونکہ اسے شیو کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ خانم مشعل اٹھائے رہی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ ایک خالص کراغالی نظر آ رہا تھا۔ خانم کا لایا ہوا لباس بھی وہ پہنچ چکا تھا۔

"بالکل کراغالی۔۔۔۔ سو فیصدی"۔ خانم نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

" کیا میں یہاں سے رائفل بھی لے سکتا ہوں"؟۔فریدی نے پوچھا۔

"بڑی خوشی سے"۔خانم نے جواب دیا۔ "تم خان کے دوست ہو۔اس لیے ان کی چیزوں پر تمہارا حق ہے اگر تم ان کی زندگی میں آئے ہوتے تو۔۔۔۔۔ "خانم کی آواز گلوگیر ہوگئی۔

وہ پھر اس کمرے سے نکلے اور خانم دروازہ مقفل کرنے کے بعد ایک طرف چل پڑی۔

"ہمیں تقریباً ڈیڑھ میل چلنا پڑے گا"۔وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ تھک جائیں گی"۔

" کراغال کی کسی عورت سے یہ کبھی نہ کہنا"۔خانم مسکرائی۔

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"۔فریدی بھی جواباً مسکرایا۔

کچھ دیر وہ خاموشی سے چلتے رہے۔پھر خانم نے کہا۔ "تمہارے بچے پریشان ہوں گے اور بیوی بھی"۔

"بیوی تو پہلے بھی کبھی نہیں تھی البتہ بچے لاتعداد ہیں ایک بوڑھا بچہ میں یہیں چھوڑے جا رہا ہوں۔خان یوسف۔کل وہ بیچارہ مجھے سیہ خانے میں نہ پا کر بہت مغموم ہوگا"۔

پھر خانم کے استفسار پر اس نے پورا واقعہ دہرایا۔

"یہ بہت اچھا ہے"۔خانم بولی۔ "اگر اسے اس پر یقین آ جائے۔اس راز میں، میں نے اسے بھی شریک نہیں کیا"۔

"ٹھیک ہے۔اچھا خانم۔آپ مجھے کس وقت مخاطب کیا کریں گی"؟۔

"جس وقت تم کہو۔مگر میں تمہیں تمہارے نام سے نہیں مخاطب کرنا چاہتی۔کوئی تیسرا بھی ہماری گفتگو سن سکتا ہے"۔

"ہوں۔خیال درست ہے۔اچھا آپ مجھے کرنل ہارڈ اسٹون کے نام سے مخاطب کر سکتی ہیں"۔

دفعتاً فریدی کا دل کٹنے لگا۔یہ نام حمید نے اسے دیا تھا۔پتہ نہیں وہ کس حال میں ہو۔خدا جانے زندہ ہو یا ۔۔۔۔۔فریدی اس سے آگے نہ سوچ سکا۔حمید کی موت خود اس کی موت ہوتی۔اسے اس سے ایسی ہی محبت تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

"تم خاموش کیوں ہو گئے۔کیا میری کسی بات پر تکلیف پہنچی ہے"؟۔خانم نے کہا۔

"نہیں کچھ نہیں۔مجھے اپنا ساتھی یاد آ گیا تھا۔پتہ نہیں اس کا کیا حشر ہوا ہو۔ہاں مگر آپ مجھے کراغالی ہی زبان میں مخاطب کریں گی۔یہ بھی خطرناک ہے اگر ضیغم کا تعلق ان لوگوں سے ہوا تو یہ چیز آپ کے لیے مصیبت بھی بن سکتی ہے"۔

"میں کراغالی نہیں استعمال کروں گی۔انگریزی بھی بول سکتی ہوں۔خان نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے"۔

"یہ بہت اچھا ہے۔میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں گا"؟۔

"ہارڈ اسٹون کی مناسبت سے کچھ ہونا چاہئے"؟۔خانم مسکرائی۔

"روبی کیسا رہے گا"؟۔

"مناسب ہے"۔

مشعل کی روشنی کم ہوتی جا رہی تھی۔خدشہ تھا کہ وہ تھوڑی ہی دیر بعد بجھ جائے گی۔خانم نے اسے محسوس کر لیا اور بولی۔ "تھیلے میں ایک ٹارچ بھی موجود ہے۔ویسے مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لیے سگار نہ مہیا کر سکی۔مگر شاید تم عادی نہیں ہو،ورنہ تمہارے چہرے پر اس کا اثر ضرور پڑا ہوتا۔تمبا کو نہ ملنے پر میں نے بہتیرے بے نور چہرے دیکھے ہیں"۔

"میں سو فیصدی عادی ہوں لیکن پابند نہیں۔میں مہینوں تمبا کو کے بغیر بھی رہ سکتا ہوں"۔

"پھر اس عادت کو ترک ہی کیوں نہیں کر دیتے"؟۔

"چاہوں تو ترک بھی کر سکتا ہوں"۔

"اچھا کرنل۔سرنگ کے دہانے پر تمہیں ایک گھوڑا ملے گا۔وہ تمہیں شکارگاہ لے جائے گا۔تم خود کو اسی کی مرضی پر چھوڑ دینا۔یہ ان گھوڑوں میں سے ہے۔جنہیں خود خان نے ہی سدھایا تھا۔یہ گھوڑا شکارگاہ کے لیے مخصوص ہے لہذا تم اس پر اعتماد کر سکتے ہو۔وہ شکارگاہ سے خود ہی واپس آ جائے گا۔ویسے اگر تم اسے آگے بھی لے جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا"۔

فریدی کی خواہش تھی کہ اب خانم خاموش ہی رہے تو بہتر ہے کیونکہ وہ اب اپنا لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سرنگ طے کرنے میں آدھا گھنٹہ صرف ہوا لیکن فریدی یہ نہیں دیکھ سکا کہ دہانے پر رکھی ہوئی چٹان کس طرح ہٹی تھی۔ چٹان کے ہٹتے ہی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا در آیا۔

" کیا یہ چٹان میکینزم پر تھی"؟۔فریدی نے پوچھا۔

"ہاں یہ میکینزم ہی ہے"۔

وہ دونوں سرنگ سے نکل آئے۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی جس کے گرد اونچی چٹانیں تھیں لیکن زمین مسطح تھی۔ وہیں قریب ہی ایک گھوڑا سفر کے لیے تیار موجود تھا۔

مشعل ابھی بجھی نہیں تھی۔ وہ دونوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔خانم نے کہا۔ " تمہیں یہاں جتنی بھی تکلیف ہوئی ان کے لیے معافی چاہتی ہوں"۔

"مجھے شرمندگی ہے خانم"۔فریدی بولا۔ "میری وجہ سے آپ نہ جانے کتنی الجھنوں کی شکار رہی ہیں"۔

"الوداع"۔خانم ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "صبح ہونے سے پہلے ہی تمہیں شکارگاہ تک پہنچ جانا چاہئے۔ جہاں سے بھی گھوڑے کو چھوڑنا ہو اس کا ساز اتار کر پھینک دینا۔اگر زین سمیت واپس آیا تو ہوسکتا ہے کہ لوگ شبہات میں مبتلا ہو جائیں"۔

"بہتر ہے۔میں زین اتار کر دریا میں ڈال دوں گا"۔

خانم کچھ کہے بغیر مشعل سنبھالے ہوئے سرنگ کے دہانے میں چلی گئی۔فریدی نے چٹان کھسکنے کی آواز سنی اس کے بعد پھر وہی پہلے کا سا سناٹا طاری ہو گیا۔

فریدی چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر راس ڈھیلی چھوڑ دی۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔آسمان میں ابر ہونے کی وجہ سے چاندنی دھندلی تھی لیکن گھوڑا اپنے دیکھے بھالے راستے پر بے تکان دوڑ رہا تھا۔

ٹھیک ساڑھے چار بجے وہ شکارگاہ میں پہنچ گیا۔ یہ گھوڑا فریدی کے لیے کم حیرت انگیز نہیں تھا وہ یکساں رفتار سے یہاں تک آیا تھا۔فریدی اسے دریا کی طرف لیتا چلا آیا۔ پھر اس نے اس کی زین اتاری اور دریا میں ڈال دی۔ یہ فعل غیر دانشمندانہ ضرور تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔راستہ نہ ملنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صورت میں دوبارہ محل کی طرف واپسی ناممکن تھی۔اس لیے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ گھوڑے کو واپس ہی کر دیا جائے۔حالانکہ وہ ایک کراغالی کے بھیس میں تھا۔لیکن زبان پر قادر نہ ہونے کی بنا پر یہاں خود کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔وہ دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔بادل چھٹ گئے تھے اور چاندنی نکھر گئی تھی۔

فریدی چلتا رہا اسے کراغالیوں سے زیادہ ان لوگوں کی فکر تھی جن کی بدولت یہاں تک پہنچا تھا۔خانم کے بیان کے مطابق وہ کراغال کے پہاڑیوں میں آزادانہ رہتے تھے۔ایک آدھ بار خانم کے سپاہیوں سے ان کی جھڑپیں بھی ہو چکی تھیں۔لہذا ایک کراغالی کی حیثیت سے بھی وہ خطرے میں تھا۔

وہ خیالات میں ڈوبا ہوا چل رہا تھا اس لیے اندازہ نہیں کر سکا کہ منزل مقیم پر پہنچنے میں کتنی دیر لگی تھی۔

بہر حال اب وہ اس مقام پر تھا۔جہاں سے دریا ایک تنگ سے درے سے نکل کر وادی کراغال میں داخل ہوا تھا۔فریدی نے درے میں ٹارچ کی روشنی ڈالی لیکن کہیں بھی قدم جمانے کی جگہ نظر نہیں آئی۔اب اس نے گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے رائفل کو پانی میں ڈالا اور دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنی توقعات پر مسرور ہونے کا موقع مل گیا۔اس جگہ بمشکل تمام گھٹنوں تک پانی رہا ہوگا۔لیکن بہاو بہت تیز تھا۔پھر بھی فریدی نے قدم رکھ ہی دیا۔درہ اتنا تنگ تھا کہ دو آدمی بمشکل تمام برابر سے گزر سکتے تھے۔فریدی نے داہنے ہاتھ سے رائفل اور بائیں ہاتھ سے ٹارچ پکڑ رکھی تھی اور بایاں شانہ چٹان سے نکالے وہ آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔

فریدی ہی جیسے جفاکش اور مشاق آدمی کا کام تھا اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اب تک اس کے قدم اکھڑ گئے ہوتے۔غنیمت یہی تھا کہ گہرائی ابھی تک یکساں ہی ملی تھی۔ورنہ دشواری بڑھ جاتی۔مگر اب درہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔اس کی چوڑائی اتنی ہی رہ گئی تھی کہ ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔گہرائی بدستور ہی رہی تھی۔

فریدی سوچ رہا تھا کہ گرائی شاید یہاں اس سے غار تک یکساں ہی ہے ورنہ بیہوش ہو کر گرنے کے بعد وادی کراغال تک پہنچتے پہنچتے اس کے پرخچے اڑ گئے ہوتے۔

مگر اچانک آگے راہ مسدود ہو گئی۔وہ درہ ایک ٹھوس چٹان سے مل کر ختم ہو گیا تھا۔لیکن تیز رفتار پانی اب بھی فریدی کے پیروں میں بہہ رہا تھا۔اس نے ٹارش کی روشنی نیچے ڈالی۔پانی ایک بڑے سوراخ سے نکل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہا تھا۔لیکن اس سوراخ میں گھسنا کم از کم کسی ذی ہوش کے بس کی بات نہیں تھی۔اگر بہاو دوسری طرف ہوتا تو شاید ایسا کیا بھی جا سکتا تھا۔یوں سوراخ کافی کشادہ تھا لیکن چونکہ پانی کی سطح اس سے نیچی نہیں تھی۔اس لیے اس میں داخل ہونے کی کوشش پاگل پن ہی ہوتا۔فریدی چٹان سے ٹک کر کھڑا ہو گیا وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اتنی محنت رائیگاں ہی جائے گی۔کچھ دیر بعد اس نے ٹارچ کی روشنی اوپر ڈالی۔تقریبا آٹھ یا دس فٹ کی بلندی پر ایک سوراخ نظر آیا۔اس کا قطر کم از کم چار فٹ ضرور رہا مگر وہاں تم پہنچنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ٹارچ کی روشنی دور تک رینگتی چلی گئی۔پھر اسے یاد آیا کہ جہاں وہ درے میں داخل ہوا تھا۔اگر وہیں اوپر چڑھے تو ممکن ہے کہ اس غار تک رسائی ہو جائے کیونکہ وہاں کی چٹانیں اس قابل تھیں۔

وہ پھر واپس ہوا اور جب درے سے نکلا تو چاندنی مدہم ہو چکی تھی۔ستارے بھی ایک ایک کر کے ڈوبتے جا رہے تھے اور فضا میں پانی بہنے کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔فریدی چٹانوں پر پیر جماتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا خانم سچ مچ ہمدردی سے پیش آئی تھی۔کیا اسے رام گڑھ تک پہنچنے کے دوسرے راستوں کا علم نہ ہوگا لیکن اس سلسلے میں اس نے رازداری ہی برتی تھی۔اور اس نے اسے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ محل والی سرنگ کا دہانہ باہر سے کس طرح کھل سکے گا۔اس کا رویہ فریدی کی سمجھ میں نہ آ سکا۔

ویسے وہ اس وقت اس پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔چٹانوں پر قدم رکھتا ہوا اوپر چڑھتا رہا۔زرد اور بے نور چاند مشرق کی طرف جھک گیا تھا اور آسمان میں اکا دکا ستارے جماہیاں لے رہے تھے۔

وہ غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ٹھیک اسی وقت اسے آوازیں سنائی دیں۔جیسے بہت سے آدمی کسی اونچی چھت والے کمرے میں چل رہے ہوں۔قدموں کی گونجلی آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔پھر وہ دور ہوتی چلی گئیں۔حتی کہ پھر پہلے ہی جیسا سکوت طاری ہو گیا۔آوازیں اسی غار سے آئی تھیں۔فریدی کو تقریبا آدھے گھنٹے تک وہیں کھڑا رہنا پڑا۔اب ستارے بھی غائب ہو گئے تھے۔اور اچھی طرح اجالا پھیل گیا تھا۔اس نے ٹارچ کی روشنی غار میں ڈالی۔وہ کسی ڈھلوان سڑک کی طرح نامعلوم گہرائیوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اترتا چلا گیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں فریدی اس میں اتر گیا۔ چلتا رہا۔ وہ جیسے جیسے نیچے اترتا رہا تھا پانی بہنے کی آواز واضح ہوتی جا رہی تھی۔

اور پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے خود کو اسی جگہ پایا۔ جہاں اس کے باوز میں گولی لگی تھی۔

نالا ویسے ہی زور و شور کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ درمیان میں ایک ابھری ہوئی چٹان تھی جس پر وہ ایک ہی جست میں پہنچ سکتا تھا اور دوسری جست اسے دوسرے کنارے پر لے جاتی جہاں سے آگے بڑھ کر رام گڑھ کی پہاڑیوں تک پہنچنے کا راستہ اسے بخوبی یاد تھا۔

----------------ختم شدہ------*----------*

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com